



01269





نہ کاتب نہ مکتوب ماند بے  
برائے فنا ہست شد ہر کسے

# عجائب عالم

موسوم بہ

## یادگار علوی

میرزا غلامی مطلع العوام مرزا اکبر علی قاسم صاحب علی طبع شد  
نمبر ۱۱۹۔ از سال ۹۶۰ ہجری  
عجندہ





محکمات عالم  
موسمہ یادگار علمی



۱۱۹۱

# بسم اللہ الرحمن الرحیم

## مقدمہ

مجھ کو تھوڑی سی نا فہر زندگی میں بہہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ کہی گنہگار بھی  
ایسے خیال میں محو ہو جاتے ہیں کہ اونکو دیکھ کر یا اونکی بانوں کو سن کر گزشتہ صا کھیں  
کی حکایتیں پیش نظر ہو جاتی ہیں اگرچہ حقیقت میں اون خیالات کے نہ وہ حال ہیں  
نہ اونکی فہم اونکے دل میں فہم رہتی ہے صرف اتنا ہی ہوتا ہے کہ روحی  
ہجرت یا ایمانی توجہ کی تسبیح میں واحد کے واسطے اونکے قلوب میں چمک  
کر خیر ثابت ہے لیکن ممکن ہے کہ کبھی اسی روشنی میں اونکو بھی اپنی حالت سے اپنی زندگی کا  
جہ نظر آ جائے لہٰذا کہ تغیرات جو مختلف زمانوں میں انسان کو نصیب ہوتے ہیں وہ  
ہر سکے فہم ہونے کی دلیل ہیں۔ جو وقت با جو حالت پاتے ہیں او سکودوبارہ نہیں  
دیکھتے اور جس ذالمت کو نہیں چکھا او سکا نہ مزہ زبان پہرے نہ او سکے حصول کی  
دل میں کوئی حسرت ہے بلکہ مشکل یہ ہے کہ ہمارا تجربہ ہمیں کو محبوب حوص بتا رہا ہے  
اور ہر دشوار کا آسان ہو جانا ہمیں دلالتا ہے کہ جو کچھ انسانی خیال میں پیدا ہوتا ہے

اوسکا حاصل ہونا بھی ممکن ہے اسلئے اوسکے نہ ملنے سے راخت میں یہی تکلیف  
 رہتی ہے اور توکل کا صبر اور تقدیر کا انتظار ہماری امیدوں سے دور رہتا ہے  
 قدرت کا نظام جو ہمارے روبرو ہر وقت ہوتا ہے اوس سے ہم سمجھتے ہیں  
 کہ تغیرات اور فراغت مساوی درجہ کے ساتھ منقسم نہیں ہیں اور اس میں بڑی کھینچ  
 پائی جاتی ہیں سب سے زیادہ سرباع النعم حکمت تو یہی ہے کہ آدمی ہائی نہیں  
 اوسی وقت ہو سکتا جبکہ ایک شخص غلبائی کو سلطنت کا ذائقہ تصور کر کے اختیار  
 کرنا سلطنت کا سلسلہ یہی رعایا کے ساتھ ہی وابستہ تھا ہر درجہ کی محابو کی قوت  
 برابر ہونے سے نظام عالم موجودہ عنوان کے ساتھ ہرگز تباہ نہ رہتا اگر جوانی کے  
 بعد بڑا ہونا اور بڑا پائے کے بعد موت نہ آئی تو خدائی پرستین کرنا مشکل ہو جاتا  
 انکے علاوہ ہزاروں بدیہات کے مشاہدے سے بزرگوں نے لکھا ہے ۵  
 ہر کسے را بہر کار سے ساختند در طبیعت میل ادا انداختند

میرے تجربہ میں اپنے سے زیادہ فارغ ابائیں کی صحبت با ادب کی خوشنہائی کا نظارہ  
 انسان کو ترقی کے خیالات میں محور رکھتا ہے یہہی قدرت کا اک سحر با کرشمہ ہے  
 کہ اک طرف ہماری حرص بلندی کی طرف کھینچے لئے جاتی ہے۔ دوسری طرف  
 سے نفیریری نوشتوں کی تاثریں اگر آگے نہیں بڑھتے دینیں تو آخر زور کر کے  
 کرنے ہماری عمر کا رشتہ ہی ٹوٹ جاتا ہے اگر حرص اختیار نہ کریں تو عالم اسباب  
 معنی اور تدبیر انسانی کے لوازم موہوم ہوئے جانے میں بلکہ میں خیال کرنا ہوں  
 کلیتہً اسکو اختیار کرنا ناممکن ہے اسلئے مثبت ایزدی نے ہماری آئندہ عمر کی  
 کوہ سے اسی غرض سے چپا رکھا ہے کہ ہم اچھے وقت کے آمد کی التجا کر لیں اور  
 آفت ارضی و مساوی کی تکلیفوں سے پناہ طلب کرتے رہیں یہہ اصول اس غرض  
 مستلزم ہوا ہے کہ خالق و مخلوق اور فاعل و عاجز میں بدیہی فرق ظاہر ہونا ہے

یابہہ کہنا چاہئے کہ انسانی اعمال اور اسکا اخلاق اور قدرت کا قانون ایسی بخیری کے ساتھ مشروط ہے۔ ایسی حالت میں ہماری وہ کوشش یا حرص جو قانون قدرت کے قاعدوں سے تجاوز کرے ہماری عاجزی کی دلیل ہے جو کہ سطح مشیت کے خلاف نہیں اور جس طرح ہم بہہ نہیں جانتے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے اس طرح ہم اس سے بخیر ہیں کہ مرنے کے بعد دنیا میں ہمارا ذکر ہماری ذات کے لئے کہانیک سو دست یا بیغایہ ہوگا مگر جو لوگ انسانی اسباب کی رعایت سے اپنی ترغیبات کے خواہاں ہیں جو ان کے علم سے خارج ہے وہ جی بھی فکر رکھتے ہیں کہ ان کے بعد اذ نکا کوئی عمل بخیر خدایہ پر خیر کے ساتھ موثر ہونا ہے یا اذ نکا ذکر یا کسی قسم کا چرچا انسانی گوش و زباں کے لئے باقی رہ جائے۔ بعض آدمی کو انہیں اس کے خلاف یہ کہتے ہیں کہ ہمیں کیا جو دنیا میں میلے رہو اگر قبر میں ہم اکیلے رہے۔ ایسے تنگ خیال کے آدمی عالم کی خوشستانی پر خاک ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

خالق قدرت ہر کونٹھیں دلارہا ہے کہ انسانی اخلاق کی تکمیل جلاشت بہ صرف ہمدردی اور حق شناسی پر منحصر ہو چکی ہے اور اسی قانون سے ثابت ہوتا ہے کہ خیر ہر حالت میں فاعل کے لئے موجب خیر ہے بلکہ مشیت کا تقاضا یہ ہے کہ اچھے کام اور نیک اخلاق کی کہانیاں دنیا میں رواج پاتی رہیں حتیٰ کہ خود بھی گذشتہ صابین کی حکایتیں سننا نہ کہ خلق کو اپنی طرف خداوند عالم نے متوجہ رہا اور واقع میں مختلف تذکرہ بہت کارآمد ہوتے ہیں کیونکہ انہیں والی انیس محسن ج ہوتی ہیں اور ان کی آنکھیں شباب یا س شویک اس امید کے ساتھ کھلی رہتی ہیں کہ ہم کب کریں اور کیا کریں وہ بیچارے بہت دور سے آتے ہیں بڑی پیچ سے نکلتے ہیں اور دفعتاً ایسی جگہ پہنچ جاتے ہیں کہ خود بھی نہیں جانتے ہیں۔

کون ہیں کہ صر سے آئے کہاں آگے یہی قانون قدرت جسکا ذکر ہو رہا ہے لاکھوں  
عجائبات کی تحقیقات ہزاروں نسیم کے تجربات اور بے شمار اقوال کا مجموعہ  
اونکے روبرو پیش کر دیتا ہے اور رفتہ رفتہ ہی دستور اہل شرفی و دانشدہی سے  
آگاہ کر دیتا ہے۔

آدمی خود ایک حیرت ہے اور ادنیٰ سہنی دوسروں کے واسطے عبرت مگر  
تغذات غیر محدود اور تعلقات بے اندازہ لئے ایک ایسے شغل میں ہر شخص کو لگا رکھا  
ہے کہ ہم نہ آپ کو دیکھتے ہیں نہ دوسروں کی اصلی حالت نظر آتی ہے درجہ معمولی طرز  
زندگی کے آدمی کو وفات پر بھی غور کرنے سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ اوسنے اپنی  
حیات میں کیا کیا اور کس قدر جلد عروج و نزول کے مقامات کو طے کر گیا اور کس طرح  
خاک ہوئے کو تیار بیٹھا ہے بعض مال اندیش بتکاہیں اندازہ کرتی ہیں کہ ایک وہ زمانہ  
ہے کہ بڑی آرزو کے هجوم میں دانت نکلتے ہیں اور ایک وہ حالت ہے کہ وہ ہی  
دانت اگر خود نہیں گرنے نوز بستی او کھاؤ کر باہر پھینک دئے جانے ہیں وہی جسم  
جو صابون سے دھونا تھا اپنی سی پیاری زمین میں داب کر گھر لوٹ آئے ہیں۔ یہ  
حوالہ کرنے میں کبھی کو دبا کے مٹی میں بھونکنا کوئی ہمارا نہ ہم کیسے اسی کیسے بار میں تھا  
میں ہی مثل ایک سیاح حایا سفر طلسم حیرت میں گھوم رہا ہوں اور جو کچھ دیکھ رہا  
ہوں وہ انواع انواع اقسام کی حیرت کا نتونہ ہے بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ بدوں  
سمجھے ہوئے اونکی تاثیریں نہیں ہوتیں نہ غلب اوس سے کچھ مذاق حاصل کرنا ہے  
حالانکہ شام و سحر کا جو دم ہی ہماری محویت کے لئے آئینہ ہیں جو ہر چیز اور ہر انسان  
میں یہی ہر وقت ظاہر ہوتی رہتی ہیں انسانی شام و موت کا پیغام ہے لیکن اوسکی  
سحر کا حال پکینے کے قابل ہے سبحان اللہ مرد و عورت ایک بچہ کی آرزو میں مل  
مقاربت اختیار کرتے ہیں بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ قدرتی جوش سے اکثر یہ انفصال ہوا کرتا ہے

اور اسکے لب و رشت کا ارادہ پورا ہو جاتا ہے کہ چونکہ قطرات زکوک کا جسم انات میں  
 رچ جانا انفاق پر محمول نہیں ہے بلکہ سب سے پہلا چکر جو انسان کو دیا جاتا ہے اور کا  
 یہی موقع ہے جبکہ اس کی صورت کا ذرہ ایک قطرہ میں تیر رہا تھا پھر وہی ذرہ  
 تغیرات پذیر ہو کر کچھ سے کچھ بننے لگتا ہے کبھی پانی تھا اب منجمد ہو کر گوشت کی  
 شکل پیاں ہو گئی جس میں بالآخر ہڈیاں اور پیٹے بیکر دست و بازو نمایاں ہو گئے  
 لیکن تاہم کچھ نہ تھا ایک مٹی کا کھلونہ یا کسی بڑی پہلی تصویر کا دھانچہ تھا۔ جب  
 اس میں کچھ اور بچھونکا گیا تو خھر خھر اٹھ مڑتے ہوئے انسانی حرکت ہونے لگی۔

## قول مصنف

کبھی قطرہ میں گردش تھی اور اب صحرا میں بھی ہے  
 مجھے حیرت ہے ہستی پر کہ کل کیا تھی اور اب کیا ہے

تھوڑی مدت میں وہ ذرہ آدمی کی صورت بن کر دنیا میں وارد ہو گیا ایسے نادر و نادر  
 کو دنیا والوں کی یادگاریں و نصیحت کا کام دیا کرتی ہیں گو وہ کتنے ہی ضعیف خیال  
 کے ساتھ مرتب کی گئی ہوں مگر کم از کم اونکو ضعیف و قوی خیال کا تجربہ ہی  
 ہو جاتا ہے میری اس یادگار سے ج طرح میری طبیعت کا مذاق اور اکثر دنیا کے  
 حالات معلوم ہوتے ہیں اور سی طرح میرے عقیدہ اور میرے خیال کی فراخی  
 و تنگی ظاہر ہو رہی ہے البتہ ابتدا میں جو مشادنت انداز ایک بہتی کے حالات تاریخی  
 درج کئے گئے ہیں وہ بظاہر غیر متعلق معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقتاً غیر متعلق نہیں ہیں  
 اس لئے کہ جو شخص اپنے حالات کا مجموعہ آئینہ سلوں کی آگاہی یا تعلیم کے لئے چھوڑنا  
 ہو اور سہ لازم ہے کہ اپنے بنی تحقیقات کو معدم کرے کہ چونکہ جو امر اس وقت صرف  
 سینوں میں محفوظ چلا آ رہا ہے اور کو تجربہ میں لے آنا بھی اس کی نگاہداشت کا سبب ہے

اور یہ تحقیقات اصلی مسکن کی آبادی کے حالات سے وابستہ ہے۔ خدا اس  
یادداشت کو دانتِ غلطی اور سہو انسانی سے محفوظ رکھے۔

اس یادگار میں کچھ نظم بھی شامل کی گئی ہے لیکن حقیقت میں وہ نہ شاعری ہے  
نہ میں خود شاعریوں بلکہ فقر کی صحبت اور اونگی زبانوں سے عشق و محبت کی باتیں  
ہیں۔ سن کر طبیعت میں کیسوت مستانِ یادِ حشیا نہ بن پیدا ہو جاتا ہے اور وہ ہی اثر  
طبیعت کو تنگ بندی پر آمادہ کر دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ میں اپنے کلام کو فصاحت و  
بلاغت کا مجموعہ نہیں سمجھتا بلکہ اسکو بھی اپنی طبیعت کی یادگار ہی تصور کرتا ہوں۔

راف  
تہور علی۔ ۲۰۔ رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ

مطابق ۲۹ نومبر ۱۹۰۴ء

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رسولِ عَزَّوَجَلَّ عَلَیْہِ سَلَامٌ حَسْبُ شَفِیْعٍ سَلَامٌ عَلَیْکَ

آدم علیہ السلام جب دنیا میں تشریف لائے تو اذکاء کی نسبت تھانہ نام لکھ دیا اپنے جنس کے نام سے موسوم تھے یعنی آدم کہلاتے تھے اور ان میں قدرتی شرافت پہنچتی۔ اپنی خالق کو وحدہ لاشریک جانتے تھے اور آپ کو خدا دار اور مہیور یقین کئے ہوئے تھے اسی غلطی سے ازل میں وہ جمیع مخلوقات انہیہ میں اعتبار شرافت کو حاصل کر چکے تھے وہی فطرت اس وقت تک ہر انسان میں منقسم ہوتی چلی آ رہی ہے کہیں وہ زمانہ نکاح صرف گھٹناریزی ذلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اب وہ ذلت و زباندہ اور مجبور فرخوں میں تسلیم کر لی گئی ہے بایہ کہنا چاہئے کہ انہیں لوگوں کو کہیں یا بد قوم کہا جاتا ہے۔

نوح علیہ السلام طوفان کیوقت جب کشتی میں سوار ہوئے تو اذکاء جو نافرمانوں میں تھے اپنے گنہگاروں نے جناب باری تعالیٰ میں عرض کی کہ خداوند امیر سے اہل کافروں کو ہر جگہ اس کے جواب میں عذاب کے ساتھ ارشاد ہوا کہ ہرگز بھڑکی اہل سے نہیں ہو اس سے ظاہر ہوا کہ خداوند عالم کی نافرمانی سے انسان کسی عذاب کا مستحق نہیں رہتا اور بھی ایک صورت ہے کہ جب کسی انسان خاندانی اہلیت سے بھی خارج ہو جاتا ہے اسی اصول کے ساتھ ہمارے حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے



کہ جو میرے طریقہ پر نہیں چلتا وہ مجھے نہیں ہے آجکل اہل مقدمہ کیسے ہی گھنگار کبول  
نہوں۔ شریف ہی سمجھے جاتے ہیں۔ اور ضلکین کہلاتے ہیں۔ ۶

میں تغاوت رہ از کجاست نابجا

دوب میں انسانی کمپوز سے کچھ دلچ اختلاف عقائد شروع ہوا بہا ننگ کہ خدا کا  
وجود اور اس کی سہنی ہی زیر بحث ہوگی اور اسکی شناخت کے طریقوں میں یہی ایک بڑا  
اختلاف جاری ہو گیا اور اسی اختلاف سے ضد اور حسد نے اس درجہ رواج پایا کہ ہر  
فرفہ کا طرز معاشرت بھی بالکل جدا گانہ بن گیا اور ہر اسی عنوان سے حسب در انسانوں میں  
ترقی ہوئی گئی اور سمندر اول میں انسانی جاتیں اور معمولی ضرورتیں پیدا ہونے لگیں اور  
چونکہ انکی نگاہوں نے کوئی مثال نہیں دیکھی اسوجہ سے خود طبیعت نے جس آسان  
طریقہ سے ضرورت موجودہ کو رفع ہونے دیکھا اور سبط ہر شخص کو مائل کر لیا اور  
بہی اتصال و ازدواج میں جو رسم و رواج معین ہونے لگے وہ بھی ایک دستور ہی  
بنا گیا۔ میرے خیال میں وہ قاعدہ ہر حالت میں شائستگی اور ترتیب سے خارج تھا مثلاً  
سب سے پہلے رسم کاؤ بھنا ضرور مہاوم ہوا اسکے لئے درختوں کی چھال یا اونکے  
پتے کافی تصور کئے گئے کہونکہ عقل انسانی سطومات کلی سے ایسی ار اسنہ نہ تھی کہ  
جشی کے لئے اس سے بہتر کوئی صورت ذہن میں پیدا ہو جاتی اسبطر اذ نکا اخلاقی  
جدید تھی بے اٹکل تھا اگر ایسے وقت میں بھی ہر ایک شخص کا موجد ضرور بمقابلہ دوسرے  
ہموطنوں کے ذی حرمت اور قابل امتیاز ہو جا مٹھا بہا ننگ کہ اسکے خاندان کے ذی  
بھی مست از ہوا کرتے تھے بطرح آجکل کسی بڑے حکیم کے ٹکے بھی چھوٹے حکیم جی  
کہلائے جاتے ہیں۔

ایک وقت میں فلسفیانہ اور کجمانہ خیالات نے دنیا و اول میں عجیب و غریب روح  
پھونک دی انہوں نے انیا علیہم السلام کے اقوال کی بدہیات سے مغلوبی کو تردید کو کے

دکھا دی اب جبنا اخلاق انسانوں کا احکام خداوندی کی تسلیم سے درست ہوا تھا وہ سب اشتباہی حالتوں میں منتشر ہو گیا اور انسانی خودکشی نے خیالی مارچ مقرر کرنے شروع کر دیے۔

ہر طبقہ خصوصاً ہندوستان میں جہالت اور بے علمی نے ایسے دستورات بھی مقرر کر لے جو اخلاق انسانی اور معمولات قدیمانہ کے باورستور کئے خدائی و شرع و حجاب سے بعید ہیں یا جسکو تعلیم یافتہ اشخاص قدرتی ناپائیداری کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ وہ تمام رشتہ رخنہ ذلیل اور زمین کھد کرنے لگے حتیٰ کہ اس نظر انداز فتوے میں کھلی شخص اگر بھیجی جسد بے نطق پیدا کر لیتا ہے تو اسکو مخلوق اللہ نہیں کہا کرتے ہیں اسوجہ سے کہ انکا خیال ہی خوارق فطرت کی آمیزش سے کسی بداد اور بے ذہنی کے عفا بد یا اخلاق کا ایجاد ہونا ممکن ہے بعض خیریتیں اسی توہم سے باوجود دقت درجہ ہونے کے اپنے بچوں کو ذلیل قوموں کا درجہ دہ پانے سے پرہیز کرتی ہیں انہیں احتیاطوں سے اکثر مقامات پر شل خانہ دانی کو اپنی صفت کے ساتھ اسوقت تک قائم رکھا گیا ہے گو اچھٹے اچھے خاندان میں اسوقت زمانہ کے طرز کیونہ نہ بعض بڑیاں ایسی موجود ہیں جنکی وجہ سے انسان شرافت کے درجہ سے پہلے گر جاتا تھا مگر رواج نے اب ذلیل اور زمین ادھیں فتوے کو بنا رکھا ہے جو اخلاق تحسن اور شرم و حیا کے باعث نہیں ہیں اور باوجود اسکے کہ اون میں کسی ہی مسلمان کی کول نبول مگر ہر نامور خاندان اولتے جدا ہی نظر آتا ہے۔

آدمی کو دنیا میں آئے ہوئے چھ سات ہزار برس سے زیادہ زمانہ نہیں گذرا مگر ناہم یہ مدت اتنی بڑی ہے کہ کسی شخص کو اپنی مشرافت خاندانی کی سلسلہ آدم علیہ السلام کیا نوح علیہ السلام تک چھو پچا محال بلکہ ناممکن ہو گیا ہے حتیٰ کہ ہمارے حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نسب بھی سلسلہ صحت کے ساتھ حضرت اسمعیل علیہ السلام تک سس بیان کیا جاتا لیکن پھر سچ ہے کہ اسقدر بعید حالات کے ثابت کرنے کی مزدورت بھی نہیں ہے کہ کونکر ابتدا

میں بجز اختلاف عقاید کے اور کوئی تفریق نہ رہی مگر اوس زمانہ تک جبکہ تواریخ اور واقعات کے کہنے کا لوگوں کو شوق پیدا ہو گیا تھا کوئی فرقہ اگر اپنی سند چھوچھتا ہو تو فرین قبیلہ سے بلکہ اوس میں بھی شبہ ممکن ہے اسوجہ سے کہ درمیانی زمانہ کی راستبازی اور مسلسل تعلقات کی وجہیت کا ثابت کرنا سب سے زیادہ مشکل ہے اس لحاظ سے کہ موجودہ دستور اور طرز زندگی ہر فرقہ کا جو اک بڑی مدت سے متعین ثابت ہو رہا ہو ضرور اس امر کی دلیل ہے کہ اس فرقہ نے حد سے تجاوز نہیں کیا اور اس کا خون جشمہ حسابہ جو ایمان کی علامت ہے کسی گوشہ سے باہر بہہ کہ نہیں گیا۔

تواریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ خود ہندی نے کسی زمانہ میں مخلوق کو نہیں چھوڑا اور اسی ضرورت سے ہر شخص اپنے تعلقات کی ایسی سمجھ بانی کرتا رہا کہ ہر ایک سلسلہ منجملہ بنفہم موجودہ تک اگر چھوچھتا ہو تو بعد از قیاس نہیں ہے مگر ہاں بہتہ وستان کی آبادی دیگر ممالک سے کہ بقدر جدید ہے مگر تاہم ہزار برس سے زیادہ گزر گئے کہ یہاں مسلمانوں کی آمد و رفت اول ملک گیری کے طمع سے ہو اکی اور پھر اولیاء کرام کی بہت سے اسام میں وسعت ہوتی گئی اور ہانک امن کی حالت ظاہر ہو گئی کہ دیگر اہل اسلام بھی یہاں کی سہ سبز و شاداب زمین کو آبادی کے لئے پسند کرتے رہے۔

مورخوں کے قول سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ابتدا میں جو مسلمان یہاں آئے رنجھے اونکے ساتھ عورتیں نہ تھیں بلکہ منشیہ اہل ہنر کی عورتیں اونکے نصرت میں بطور مال منیت آباکس یا کسی موقع پر یا بھی رضا مندی سے انصال ہو گیا۔ اسوجہ سے جہانگ غور بجا جاتا ہے صرف شرافت پوری یہاں کے مسلمانوں میں باقی ہے لیکن اس سے بھی کھینٹا انکار کرنا مشکل ہے کہ دو چار سو برس کے بعد بھی عرب یا ترکستان سے اہل اسلام مع اپنی عورتوں کے یہاں آکر آباد نہیں ہوئے۔

اہل مذہب میں قدیم سے اعتبار شرافت کو رسوم مذہبی کے ساتھ مقید کر رکھا ہے اور

اس قبہ میں وہ مشکل اپنی نسل کو خراب کر سکتے ہیں کیونکہ ان کے اصول میں غیر قویوں کی انفصال سے ایسا خراب نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ آدمی کو تمام خاندان والے ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیتے ہیں اور ان کی چھوٹ اوں کو کنہ سے زیادہ خوار کر دیتی ہے یہی سبب ہے کہ بہت سی نسلیں جو ہند میں شریف مانی جاتی ہیں اور جو فی الواقع اپنی شرافت اور سخاوت اور شہہ بقاء طریقوں سے اس وقت بھی صحیح النسب ہیں اپنی اپنی جگہ قریباً حیثیت سے قائم ہیں۔

اہل اسلام میں بھی تہذیب سے خود نمائی اور شرافت پسندی کا ماحول ہے اور ان کی فطرت جو دانشمندی سے وابستہ ہے بتقاضا انسانی شخص میں موجود ہے اسی کی مستثنیٰ ہو سکتی ہے کہ ہندوستان میں ابتداء میں وصال یا شرافت خاندانی کے ادھوں نے یہاں کی عورتوں کو کچھ ہی اختیار کی ہوگی اس سے یہ خیال گزنا چاہئے کہ حسن و جمال سفید چمڑہ یا بڑی آنکھوں کا ہی نام ہے بلکہ وہ اس امر کے عادی ہیں کہ اخلاق حسنہ اور شرم و حیا کی خوکو ایک بڑی خوبی تصور کرتے ہیں یہ اصول ہمیں بغیر دلائل کے مسلمانوں نے چھوٹی اور ذلیل قوموں میں سے کسی کو اپنا بھجنس نہیں بنایا اور جبکہ مفتوحہ قومیں ہر طرح کی حکومت کی برداشت کو موجود ہوں تو عالی خیال فرقہ کو نہ کر بہت بہت بن سکتا ہے اور اب تو ایک ایسی مدت گزر گئی کہ اتحاد اسلامی جو متواتر انفصال باہمی سے خون کے دور میں شامل ہونا رہا ہے اس لئے ہر شخص کا رنگ اپنی اصلی حالت پر چھو بیچ چکا ہے اور ہزار ہا کشیدگی بعد خارجی اور زندگی ضعیف و اضمحلال کی کہ ورت ادنیٰ طبیبوں سے ضرور اس درجہ صاف ہو گئی ہے کہ اول میں اور اہل عرب میں صرف آب و ہوا کا اثر باقی رہ گیا ہے۔

یہ امر تو ثابت ہو گیا کہ ہند کے مسلمانوں کا خون غیر جنس کی محبت سے اسوجہ سے ناقص نہیں ہوا کہ فی نفسہ شرافت عمدہ اخلاق کی نیچوں کا نام ہے جو اہل ہند میں زمانہ

سلف سے اس وقت تک بے مشبہ (ایک ہے اور سچ ہی یہی ہے کہ انسان بدون اکو  
 ز انسان بنا ہے خدا کے عقاید ایمانی میں روشنی پیدا ہو سکتی ہے۔ اسکا بڑا ثبوت کہو  
 زمانہ سلف سے موجودہ وقت تک بلا اختلاف اور اصرار کے مبرراتا ہے اسوجہ سے  
 جس گروہ میں جالازی ہو رہی ہے اور بہت سے طریقوں سے مسلسل زمانہ سے اسکی  
 پابندی ہو چکی ہے وہ گروہ ضرور شریف النسب خیال کئے جاتے ہیں اور نہیں میں اسکا  
 ثبوت مانا ہے کہ جاہل علم اور بے علم عزیزوں میں سادات کے درجہ پر مقبول ہو چکی ہی  
 بلکہ بے علم شدت کے ساتھ اپنے متعلقین کو اسکا پابند بنا رہے ہیں۔

ہندوستان میں ہر جگہ ہجرت و پھرتی سے قدرتی طور پر شرافت انسانی اور کھو لے  
 گھر سے کی امتیاز ہو جا کر رہی ہے لیکن نقابیت باہمی اک آبادی میں بھی ہزار ہا خیالات  
 کی گردش سے کچھ مدارج مقرر رکھتی ہے اور فطرتاً خود انسانی سے ایسا شبہ ہو جانا  
 ہے کہ ہر اک خاندان اپنے نطق کو مقدس یا معزز یا فخر آبادی سمجھنے لگتا ہے اس میں  
 شبہ نہیں کہ علم و فضل اور ہر گھر کا عمدہ دستور کم و بیش ایک دوسرے پر غصہ  
 رکھ سکتا ہے یا کسی اور صفت میں کچھ امتیاز ہو جاتی ہے بعض خاندان کسی زمانہ میں  
 ایسے آسودہ ہو جاتے ہیں کہ انکے طرز عمل یا ہمدردی کے طریقوں سے انکے  
 عیوب زباں زو غلابی نہیں رہتے یہاں تک کہ عام سینوں سے وہ بڑائیاں بالکل محو  
 ہو جاتے ہیں اور محو بھی بالآخر شدت فیاض تعلقات نے ایسی قوموں کے ہوزن  
 بنا دیا ہے جو کبھی کسی امر میں انگشت نہا نہیں ہوئے لیکن ایسے بل اور انجا  
 بمقتضائے رسم زمانہ انہیں حالتوں میں ہو جاتے ہیں جبکہ کوئی نقص نسبی صرف  
 خیالات اور توہمات بے ثبوت کا نتیجہ ہوا کرتے ہیں اور بلاشبہ ایسے توہمات  
 سے امتداد ہمسایہ اور دوست زمانہ کو تنگ کر لینا آل اندیشی سے بعید ہے مگر یہ سچ ہے  
 کہ شرافت خاندانی کو زمانہ سلف کی صورت پر قائم رکھنا ایسی ہی سختی پر منحصر ہے

جب کانجہ بھی پایا جاتا ہے کہ آج ہزاروں برس کے بعد بھی ہمو یقین ہوتا ہے کہ جوجھو  
منشہور ہیں وہ ضرور اچھے ہیں۔

ہندوستان میں بعض شخص کسی پریشانی کی وجہ سے اپنے گروہ سے جدا ہو کر معلوم  
حالت کے ساتھ اگر کہیں آباد ہو گیا گو وہ کتنا ہی مشہور ہو لیکن اس نواح میں ایسا  
اعتبار سے گرجا نہیں اور جو کہ اکب ہی جگہ آباد میں یا دکن کے متعلق متعہ و سنیوں  
میں بسے ہوئے ہیں وہ ہر طرح پر اپنی اپنی حالت پر متبہ ہیں اور نہ کسی جدید  
تعلق کی ضرورت ہے نہ ان میں کوئی شبہ کرنے کا موقع ہے کیونکہ کم دیش وہ ایک  
ہی شرافت سے ممتاز ہوا کرتے ہیں۔

میرٹھ کے ضلع میں حضرات شیخ صدیقی کی چند بستیاں قرب و جوار میں آباد ہیں  
اونکا طرز معاشرت جسطرح سادی ہے اوسبطرح اونکے باہمی تعلقات ایسے  
مسل ہیں کہ دیکھنے سے ایک ہی حلقہ زنجیر معلوم ہوتے ہیں یہ ضرور پایا جاتا ہے  
کہ حوادث زمانہ با کسی اور مجبوری سے بعض حلقہ کچھ زنگ آلودہ ہو گئے ہیں جو خود ناؤں  
کی نگاہ میں بدست معلوم ہوتے ہیں مگر اونکو سلسلہ زنجیر سے جدا کہنا سید مشکل ہو گیا ہے۔  
کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اونکا رشتہ قرابت پچھلے با سوسط زمانہ میں کسی قرب و بعد کے  
ساتھ کہیں پو پتہ ہی نظر آتا ہے اور جب وہ ہماری طرز زندگی جس راحت و رنج کے  
شریک ہیں تو اونکو منصف مزاج کہی جاتا ہے کہ انہیں کہہ سکتے ہیں مگر پچھلے زمانہ کے  
لوگوں کی پابندی کی تعریف کرنا پڑتی ہے کہ ان لوگوں کے تعلقات یگانگت آئیک  
اس ترکیب سے واقع ہو رہے ہیں کہ ہر خاندان ایک تفریق کے ساتھ ہر سنی میں آباد  
ہے اور اونکی نگاہوں میں ہر شخص کا نقص خاندانی رخسارہ کے تل کی مثل چکات ہے  
موجودہ زمانہ میں علامہ مخزومی واقعات کے رسم و رواج اور شہرت یافتہ  
تذکروں پر شرافت کا انحصار زبادہ ہے کیونکہ جس خاندان میں پچھلے وقتوں میں سادگی کی

خونی یا بے علمی کی تاریکی نے حال و استقبال کو پیش زن نہیں رکھا اور بغیر نازی  
تحقیقات صرف اعتبار سلسل سے مکمل ہو رہی ہے لیکن معلومات کی کثرت اور عام شہرت  
پر جمہور کا اتفاق تہوں کے نوشتہ کوکل کام دے رہے ہیں اور اسی شہرت کی  
اعتبار پر گورنمنٹ غالب نے اپنی رعایا کے قومی یادداشت کو مرتب کیا ہے اسوجہ سے  
جوابتیاں کسی قوم کے ساتھ منسوب ہیں اور ان میں غلطی کا احتمال ہی نہیں ہے۔

اولدن ایک موضع ہے جو قصبہ کے نام سے مناز ہے اور سکی آبادی پندرہ سو نفر کی  
زیادہ نہیں ہے اس میں اہل اسلام خفیہ مذہب صدیقی منصب زیادہ آباد ہیں اور قریب  
اسکا تقاضی ہے کہ اس سے زیادہ اگر کبھی مردم شماری ہو گئی ہو تو وہ ایسا وقت تھا جو  
ہمارے قیاس اور عام معلومات سے بعید ہے لیکن ظن غالب یہی ہے کہ کم و بیش اسکا  
یہی اندازہ متایم کرنا چاہئے۔

مجاہد بہت افسوس ہے کہ باوجود تلاش کے کسی گھر میں کوئی ایسی تاریخ یا مختصر نوشتہ  
دستاب نہیں ہوا جو پورانے واقعات ظاہر کرنے کے لئے خود ایک شہادت ہو جائے اسکا  
بہت چلتا ہے کہ اس میں مسلمان کب آکر آباد ہوئے مگر چند راق کرم خوردہ مولوی  
نبارک اللہ صاحب مرحوم کے عزیزوں کے پاس بنے دیکھے مجھ نہیں معلوم ہونا کہ  
اونکو کتنے کھاگراؤ کی حالت اور اس بادداشت کا مضمون نصین دلاتا ہے کہ کسی دوسری  
مختاب سے ۱۲۵۰ ہجری میں اسکو بطور تاریخ مرتب کیا گیا تھا اور انہیں بچوں میں ایک  
جگہ لکھا ہے کہ شیخ احمد بن شیخ قطب الدین در قصبہ سداہ نشریف آوردہ بجائے قاضی  
سکندر فرشی ساکن قصبہ مذکور کتھا شد ندازوے دو فرزند پیدا شد مذکور شیخ صدر الدین  
و شیخ شمس الدین نواسہ ہائے قاضی سکندر اولاد شیخ صدر الدین ساکنان موضع  
اولدن اندوا و اولاد شیخ شمس الدین سکندر سداہ اند۔

شیخ صدر الدین مورث اعلیٰ ساکنان اولدن کو حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

- سے بیواں واسطہ ہے۔ بنے ان بیٹیں حضرات کی عمر کا اسی اسی سال کا اندازہ کر کے ہر شخص کی ولادت ماہ کی میں برس کی عمر میں عرض کر لی اور ہر میں برس کی تفریق کے بعد (۸۰۰) سن ہجری حاصل ہوئے اس سے ظاہر ہے کہ اس سنی میں مسلمانوں کی آمد کو
- ۱۔ حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ ۲۰۔ ۴۰ کم و بیش اس مدت سے زیادہ زمانہ
  - ۲۔ حضرت محمد رضی اللہ عنہ۔ ۲۰۔ ۴۰ نہیں گذرا اسی سنی میں ایسے لوگ
  - ۳۔ حضرت ابو القاسم رضی اللہ عنہ۔ ۲۰۔ ۴۰ موجود ہیں جو اسی برس کے حالات
  - ۴۔ حضرت شیخ جبہ اللہ رضی اللہ عنہ۔ ۲۰۔ ۴۰ بچشم خود دیکھ چکے ہیں اور سو برس گذشتہ
  - ۵۔ حضرت شیخ محمد عارث رضی اللہ عنہ۔ ۲۰۔ ۴۰ کی کیفیت اپنے والدین کی چشم دید ظاہر
  - ۶۔ حضرت شیخ محمد ثابت رضی اللہ عنہ۔ ۲۰۔ ۴۰ کرتے ہیں اور پہلی دنیا کے آدمی اپنے
  - ۷۔ حضرت شیخ زید رضی اللہ عنہ۔ ۲۰۔ ۴۰ اپنے نسب کی تحقیقات کرنے میں
  - ۸۔ حضرت شیخ عمر اللہ ولی رضی اللہ عنہ۔ ۲۰۔ ۴۰ اس قدر مستور تھے کہ اون لوگوں نے
  - ۹۔ حضرت شیخ احمد کلاں رضی اللہ عنہ۔ ۲۰۔ ۴۰ صد سالہ کیفیت خانہ انی کو اپنے زمانہ
  - ۱۰۔ حضرت شیخ محمد کلاں رضی اللہ عنہ۔ ۲۰۔ ۴۰ جاٹ میں سن رسوید عزیزوں کی
  - ۱۱۔ حضرت شیخ احمد فقہ رضی اللہ عنہ۔ ۲۰۔ ۴۰ اس کو کشش سے معلوم کیا تھا کہ سماں
  - ۱۲۔ حضرت شیخ محمد فقہ رضی اللہ عنہ۔ ۲۰۔ ۴۰ حال پر وہ چشم دید کی مثل پر دست پختہ
  - ۱۳۔ حضرت شیخ ابو بکر رضی اللہ عنہ۔ ۲۰۔ ۴۰ تھے اس صورت میں بن سو برس کی
  - ۱۴۔ حضرت شیخ احمد صوفی تارک سلطنت موم رضی اللہ عنہ۔ ۲۰۔ ۴۰ حالات نبی اور شرافت خاندانی ہر شخص
  - ۱۵۔ حضرت شیخ شہاب الدین امیر کی رضی اللہ عنہ۔ ۲۰۔ ۴۰ کچھ سینہ میں نہ جو ہیں۔ درباری
  - ۱۶۔ حضرت مخدوم فخر الدین زائد برہنشی رضی اللہ عنہ۔ ۲۰۔ ۴۰ دو چار نسبت کی غلبوں کو معلوم کر چکی
  - ۱۷۔ حضرت مخدوم بدر الدین رضی اللہ عنہ۔ ۲۰۔ ۴۰ لئے قانون حفاظت خاندانی جو مسلمان
  - ۱۸۔ حضرت شیخ قطب الدین رضی اللہ عنہ۔ ۲۰۔ ۴۰ کی اصل نظرت سے بہت کافی تھا



۱۹ حضرت شیخ احمد رضی اللہ عنہ ۲۰ - ۴۰ اور مراد ازہوجہ سے بھی غلط ہیں

۲۰ حضرت شیخ صدر الدین رضی اللہ عنہ ۴۰ - ۶۰ ہے کہ بعد حضرت صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ  
طبیکے کچھ کئی عمر کے حاب سے قریب قریب ۱۳۲۲ ہجری مائل ہو سکتے ہیں۔

حضرت مخدوم زائد میرٹھی سے حضرت شیخ صدر الدین کو پانچواں واسطہ ہے اسی جہاں  
سے جو اہر لکھا گیا (۱۸۰) برس کمٹا دینے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس خاندان کی آمد  
ہندوستان میں سن چھ سو یا پانچ سو ہجری میں ہوئی ہے کیونکہ حضرت مخدوم صاحب زائد کو  
میرٹھی لکھا ہے اور انکے پدر بزرگوار کو امام کبیر کی تخریر کہا ہے۔

میرٹھی میں حضرت مخدوم کا مزار اس وقت تک مشہور ہے اور ایک حصہ اونکی  
اولاد کا خاص شہر میں زادیوں کی نام سے نامزد اور آباد ہے یہ حضرات مدت  
لاحول و قوت سے اہل اولدن سے جدا ہیں اور تحلیف مذہبی نے منہ زائد کو جدا کر رکھا  
ہے اسلئے کہ وہ شیعہ ہیں اور یہاں اہل سنت و الجماعت خفی المذہب آباد ہیں  
گو تھوڑی مدت سے چند حضرات نے اپنا نام اہل حدیث رکھ لیا ہے لیکن اونکی  
بابت اس موقع پر ہم اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ اونکا خیال کسی غلط فہمی پر مبنی ہے۔  
موضع اولدن کے مکانات اور تمام قطع آباد کے دیہات کی کسی ہے لیکن اب  
زمانہ کی رفت و آمد کے لحاظ سے پختہ در و دیوار بھی نظر آتی ہیں اور روز بروز اسی خیال  
میں ترقی ہو رہی ہے زیادہ تر اسوجہ سے کہ حرص اور حرص پر شخص کو نمائش ظاہری  
پر محور کر رہا ہے کسی زمانہ میں یہاں وہ مسجدیں تھیں اب چار ہیں اور نفسانیت  
نے یہاں تک ترقی پائی ہے کہ نماز جمعہ بھی دو جگہ ہوتی ہے حالانکہ سلاطین  
سے ایک جگہ بھی مشکل سے اجازت ملتی ہے۔

حضرات زادیوں کے علاوہ چند اہل خاندان سے آباد ہیں لیکن دستور نسبی  
اور کواوس موضع کے نام سے یا اوس مقام کے نام سے جہاں سے وہ ادھکر یہاں

آباد ہوئے مشہور کر رکھا ہے اور جو کسی غیر جنگ کا نام سے منسوب نہیں ہیں وہ سب زاپہ خیال کی جاتے ہیں لیکن بعض تعلقات قدیم اور اکثر جدید واسطوں نے ایسا واسطہ کر دیا ہے کہ ان کے اعتبار سے اب چند خاندان کو ایک ہی گھدستہ قرار دینا چاہئے مگر قدرتی خود منائی ابھی تک مدارج مقرر کر رہی ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ بعض گھروں میں نامکمل شجرے موجود ہیں اور وہ ادب کے ذریعہ سے مدعی ہیں کہ ہم زامدی ہیں اور بعض گھر ایسے ہیں کہ جنکے پاس کوئی شجرہ بانوشتہ نہیں ہے لیکن باہمی تعلقات اور مسلسل رشتہ داریاں جائدا وغیرہ منقولہ کی مشارکت شہادت دے رہی ہے کہ یہ سب ایک ہی جماعت ہے جو اوراق جنگو میں آئے وہ کیلکے کچے ہوئے ہوں مگر اوس گھر سے دستیاب ہوئے ہیں جہاں علم و فضل کا دفتر تھا اور وعظ و نصیحت کا طریقہ جاری تھا اس وجہ سے یقین ہوتا ہے کہ اوس میں جو کچھ لکھا ہے وہ نوبت سے پاک ہو اور ضروری حالات کو متروک نہیں کیا گیا اوس میں یہ لکھا ہے کہ اولاد شیخ صدر الدین ساکنان اولدن اندر نہیں لکھا کہ فلاں خاندان ساکنان اولدن از اولاد شیخ صدر الدین اندر کوئی راست باز زاد جو عارف بھی خیال کیا جانا ہو کسی خیال کو انہی ایسی یادگار کو مہل نہیں چھوڑ سکتا نہ ایسے بڑے مسئلہ کو متروک کر سکتا ہے مگر جو اذیت بھی کسی دوسرے مقام سے مشہور تھے وہ فرد کا نسب کی اس تحریر کے معنی سے علیحدہ ہیں۔

اولدن حضرت شاہ مخدوم فخر الدین زامدی کی اولاد کی وہ جگہ ہے جہاں ایک بڑا حصہ اونکی یادگار کا آباد ہے قصبہ مراودہ میں بھی جنت گھر ہیں لیکن اونکی، علی و علی ترقی کیسبوت تھیں کی باشندوں سے وابستہ تھی اور اب یہی ہے کیونکہ بعض ٹوکڑ اسی موضع میں آکر حدیث کی درس میں شریک ہونے میں اور اسی موضع کی اخلاقی کیفیت اور علمی معلومات اونکو عقائد بالکل محفوظ رکھتی ہے ایسے حضرات خلوصت مند ہوں

حالات سابقہ کے معلوم کرنے کا بہت موقع ملا ہے وہ اپنی حالت موجودہ کو بڑے  
 تاسف کے ساتھ دیکھتے ہیں وہ ہی ہلکودکھاتے ہیں کہ یہاں علم کی درس گاہیں نہیں  
 یہاں بزرگوں کی خانقاہیں نہیں یہاں بڑے بڑے عالم و فاضل اہل فتویٰ رد فنی جی  
 چشمہ ہدایت حنفی المشرب آباد تھے نہ شرف خانہ فساد نہ دہائی تھے نہ خارجی صرف  
 اللہ والوں سے کٹ رہا ہوا غیاپی ایسی مقدس جگہ تھی کہ حضرت شاہ پیر رحمۃ اللہ علیہ  
 جبکہ مزار مبارک میرٹھ میں ہے یہاں تشریف لاکر چلے گئی کیا کرنے تھے اونکے نام سے  
 ایک کوٹھری زمانہ حال تک بنی ہوئی تھی جو اسوقت شیخ حسام الدین کے مکان میں واقع  
 ہے اسکی صورت تبدیل ہو گئی ہے لیکن مجھو شیخ صاحب موصوف نے یقین دلا یا ہے  
 کہ ہمیں تبرکات اسکی بنیاد کو اسکی وسعت کو بسنور قائم رکھا ہے حالانکہ یہ ایک ایسی  
 یادگار تھی کہ جبکو دوسری عمارت میں داخل کر لینا حقیقت میں مقدس نشانات کے مٹانے  
 کی کوشش کو اختیار کرتا ہے۔

اس بستی میں ہر قسم کے اہل کمال کی موجودگی ثابت ہوتی ہے مگر افسوس ہے  
 کہ ایام قدر میں اہل علم کی تعینات اور تالیفات بھی چاندی اور سونے کے ساتھ ہی  
 غارت ہو گئیں اور ۱۵۵۷ء کے بعد سے ہی علم کی برکتوں کو خداوند عالم نے اس بستی  
 سے اٹھالیا اسوجہ سے اہل فضل کی ہلکونہ کوئی تعینات ملتی ہے نہ اونکے کشف کلمات  
 کے حالات فراہم ہوتے ہیں بلکہ ادنکے طرز عمل اور دستور و فیانہ کا بھی پتہ نہیں چلتا  
 زیادہ افسوس تو یہ ہے کہ بہت قریب ایسا زمانہ آئیوا لہ ہے کہ کوئی شخص ادن کے  
 افسانوں کا بیان کر نیوالا بھی بستی میں نظر نہ آئے گا۔

اس بستی میں مہلجات حویلی چوک۔ مدرسہ۔ محل میں بھی ایک ہی خاندان  
 آباد ہے پہلے یہ خاندان جامع مسجد کے پس و پیش ہی آباد تھا لیکن خاص ضرورتوں کی  
 وجہ سے اونکو دوسری جگہ لینا پڑا اور چونکہ میر دینی طلباء کے لئے قیام اور مدارس کی ضرورت

تھی اسلئے اوموں نے وسیع جگہ میں مکانات بنائے اور پچ بھہے کہ زیادہ تر اہل  
 کمال کا مجمع اسی مقدس خاندان میں تھا آخر زمانہ میں جبکہ بہت تھوڑا عرصہ گذرا ہے  
 مولوی تبارک اللہ صاحب جو حضرت شیخ صدیق الدین مرحوم سے بارہویں پشت میں پیدا ہوئے  
 بڑے مشہور عالم اور نامور زاہد گندے ہیں یہاں تک کہ اس نواح میں جو اولدن سے  
 واقف ہے وہ مولوی صاحب کے نام کو ہی جانتا ہے اور انکے تقدس کا بھی قائل ہے  
 وہ ایسے مفتی ہتے کہ اہل عرب کے نزدیک بھی اونکا ہر اک ذی بڑی سند میں شمار ہوتا  
 تھا اونکی اولاد میں مولوی عبدالکریم مرحوم کو سینے بھی دیکھا اونکے زمانہ حیات تک عجوبہ  
 کافی مشورہ تھا مگر اونکی ذہانت اور فراست کی چمک بچوں کی نگاہوں میں پڑتی تھی اتفاقاً  
 سے بھ حضرت کسی مقدمہ دلوانے میں شہادت کی غرض سے طلب ہوئے اور یہاں کر نیکی  
 بعد کسی سلاہ قانونی میں بحث شروع ہوگی مولانا نے منطقی دلائل سے دکھلا در خود عدالت کو  
 خموش کر دیا حالانکہ اونکی نگاہ سے قانون کوست اس سے پہلے کہی نہ گندہا تھا محض فرست  
 اور اونکی ذہانت کیے ثبوت میں ہم اس واقعہ کو پیش کرنے میں اسلئے علاوہ ہتے اپنی  
 آنکھوں سے علم فارسی اور طب کے ابے ہمہ داں ہیں ویسے جکا جو اب ٹھہ اور دلی  
 تک نہ تھا اونکا اس چھوٹے سے گاؤں میں ایچ استوں پر پھرنا خدا کی شان نظر آتی  
 ہتی ہیں کے ادیبوں سے میرٹھ کے میر و عزیز فیضیاب بھی اد نہیں میں سے میں  
 ایک منشی اہتمام علی کا ذکر کرنا ہوں خدا اونکو غریق رحمت کرے اونکا نام سستی میں بلکہ وہ  
 دوزک خطاب منشی بابا جاتا تھا جاہل آدمی نتیجاً صرف منشی جی کہا کرتے ہتے یہ خطاب  
 اونکو فی نفسہ اونکی قابلیت نے خود ہی دیدیا تھا یا بول کہا چاہئے کہ قدرت نے  
 اونکو اسی مقبولیت کے ساتھ ہی پیدا کیا تھا۔ اور حبطرح وہ خود نماز تہجد اور اشراق  
 کے پابند تھے اور سبطرح اونکے متوسل زہد و تقویٰ سے آراستہ ہتے اونکے گھر  
 کی عورتیں جنہوں نے صحن مکان کے علاوہ دوسری جگہ کو نہ کچھا تھا اپنے عفا میں

مضبوط تھیں۔ انکے بیٹے حافظ ظہور عالم جو میرے استاد بھی تھے اچھی فارسی جانتے تھے تہجد کی نماز صبح کی تلاوت قرآن اور کئی کبھی قصب ہندی اور کئی باتوں میں برکت تھی اور کئی عادت میں سادگی اور سیدھا پن تھا وہ راستہ باز تھے اور خدا ترس بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ وہ نمونہ تھا جنکا حلیہ کبھی سیرت اسلامی کنایوں میں انفس کا کام دے رہی ہے اسی زمانہ میں میں نے میاں جی اللہ بخش - میاں خدا بخش کو دیکھا پھر بھی فارسی کے استاد تھے اخلاق حسنہ کے معلم تھے انکی طبیعتوں سے خود نما دور تھی صلح کل اور کما مشرب تھا سنت نبوی کے جو گرنے سیدھی روش سادہ لباس مبارک و ناز مرغوب تھی اور کما اخلاص تمام بستی کے آدمیوں پر محیط تھا دنیا پیچھے تھی عقبی کا خیال پیش نظر تھا یہ صورتیں بھی نسل پہلے نعمتوں کے بیٹ چنیں مگر شارب ہے کہ میان جی اللہ بخش مرحوم نے اپنی یادگار اپنے بیٹے حافظ محمد خلیل صاحب کو چھوڑا اور ان میں اکثر خطریاں میاں جی موصوف کی پائی جانی ہیں گوزارہ کا منزل ہر شے میں اثر کر چکا ہے لیکن تاہم پچھلے نمونہ اور کئی صورت سے نظر آرہی ہیں اسبطرح میاں خدا بخش مرحوم کے دو بیٹوں کو میں دیکھتا ہوں اور ان میں شیخ حسام الدین کا ذکر کرنے کے لائق ہے یہ علم فارسی کی تکمیل کر چکے ہیں انکو ابن الوقت کیا ابو الوقت بھی کہہ سکتے ہیں قانونی مصالح اور علی حکمتوں کو خوب سمجھتے ہیں خود غرضانہ اور ناگہانی حملوں کے مقابلہ کے لئے قدرت نے اس بستی میں انکو بطور سپہ بیدار کیا ہے اور کئی آنکھوں کے رد و بد و ایسی بساط کھچی ہوئی ہے کہ سیدھی اور تریجی رنٹ رکا اور اک اور کھوسونے کی حالت میں بھی ہو جاتا ہے وہ ابسے مستقل مزاج ہیں کہ جسے الفت ہو اور جسے الفت ہے اور جس سے عداوت ہے اس سے کھلی ہوئی عداوت ہے سب سے زیادہ اہل بستی کو اب اسکا فخر ہے کہ شیخ برکت علی حافظ اور علم فارسی کے ماہر اسلامی سائل ضرور یہ سے واقف جامع مسجد کے امام ٹبروں کے لئے لغت پچوں کیلئے

ادیب اس خوش نصیب بستی میں ایک تعلیم و تلقین میں مصروف ہیں انکی عمر اسی  
ستہ برس سے زیادہ ہے لیکن حوایج ضروری اشتغال لازمی وہ اوسب طرح انجام  
دیتے ہیں جس طرح جوان العمر اپنے فرائض کو ادا کیا کرتے ہیں لیکن افسوس اور  
حسرت ہر شخص کو اسوجہ سے دانگبر ہے کہ جس بستی میں نہیں جا لیں حافظ بنے۔  
اوس بستی میں اب کلام الہی کے حفظ کرنے کا شوق ہی معدوم ہوا جاتا ہے جس جگہ  
گھر گھر اہل علم تھے وہاں چل زنی پر ہے پانچ چہ برس گبرے جانی برکت علی  
صاحب نے جگو پورانی خوبیوں کا نمونہ کہنا چاہئے بڑی مہمت کے ساتھ عربی مدرسہ  
کا اہتمام اپنے ذمے رکھا ہے لیکن شامت اعمال کوجہ سے عام خیالات اونیکی موفقت  
نہیں کرتے بلکہ اہل برادری کی بستی ہمہنی بہ زبان حال کہہ رہی ہے کہ مدرسہ کی کشتی  
اگر آج نہ دوبنی تو کل ضرور ڈوبے گی۔

اب میں پھر حضرت زاہدی کا ذکر کرنا ہوں بخواہاں عرب بھی عزت کی نگاہ سے دیکھا  
کرتے تھے اب وہ ہی خاندان ازدال کی حالت میں ہے نہ اون میں پہلا علم ہی  
نہ دیے علم میں نہ پہلی سی فارغ اباالی ہے محلہ مدرسہ خالی ہو چکا حویلی بھی خالی ہو  
یہ دونوں جگہ گاتی ہوئی مندریں ویرانہ نظر آ رہی ہیں قدرت نے جس طرح اون میں سے  
علم کی برکت کو اٹھا لیا اوسب طرح اونکی جماعت میں یہی قلت واقع ہو رہی ہے  
ذکر کے قابل صرف حاجی عبدالرحیم شل چراغ سحری باقی رہ گئے ہیں اونکی درود پورا  
پر حسرت برستی ہے اونکی آنکھوں کے روبرو پورے نقشے ہر وقت کھینچے ہوئے  
رہتے ہیں کہیں وہ ادن میں مشغول ہوتے ہیں کہیں اپنا وقت آخریاد ہو جاتا ہے  
اب اونکی یہی آرزو باقی رہ گئی ہے کہ مکہ معظمہ چم جائیں اور زمین کا پونڈ بکیر جائیں۔  
انکے علاوہ ایک حکیم سکت رعلی صاحب کا خاندان کیس قدر عروج پر ہے اونکی  
مالی فورت علمی سراپا ہی محفوظ ہے زمانہ موافق ہے مگر چونکہ عرصہ سے اونکا قیام ریاست

پٹیاں میں ہے اسوجہ سے اولاد ان اونکے قدیمی وطن میں اونکی زمینت موثر نہیں ہو  
یہاں کے باشندہ فخر یہ بھدیتے ہیں کہ حکیم صاحب ہماری اہل برادری اولاد ان کے  
ہی رہنے والے ہیں۔

اولاد ان میں عرصہ سے ایک خاندان سادات کا بلاسپور سے ادھکرا آباد ہوا ہے  
اونکے تعلقات اوس وقت سے حضرت شیوخ میں ہوتے رہے ہیں اسوقت میں  
مجید کھی موجود ہیں انکی تحصیل علم نام نہام رہی مگر انکی جہات اور یک رنگی قابل بادگا  
ہے انکے پدر بزرگوار سید حیدر علی صاحب کی بابت ہم نے اپنے والد بزرگوار  
سے سنا ہے کہ وہ روپیہ کو کھینچنے سے سوڑنے اور پانی کا بھرا ہوا جرس تنہا کھینچ لیتے تھے  
اونکی عادت کا فوٹو میں تحریر میں نہیں کھینچ سکتا بجز اسکے کہ یہ بھمدول کہ فوت حیدری  
مجموعہ خیر کا نام حیدر علی رکھا گیا تھا۔

اس سببی میں بہت سے آدمی ایسے گزرے ہیں جنکا نام منشی کے لفظ کے ساتھ  
باجا نا ہے مگر اسوقت میرے بڑے بھائی یوسف علی صاحب اس قومی خطاب  
سے ممتاز ہیں بلکہ ہم نے اکثر حکام انگریزی کو پی او کا نام اسی اعزاز کے ساتھ لینے ہوئے  
دیکھا ہے۔ خدا اونکی عمر میں اور نیک ارادوں میں برکت عطا فرما دے انکے علاوہ ادھی  
چند آدمی گزر گئے جنکو ہم نے دیکھا اور اونکی منشی گری کو اونکی تحریروں میں نمایاں پایا  
حضرات سادات میں بنے صوفی امتیاز علی اور حافظ امداد علی کا زمانہ بھی پایا  
یہہ مہال راج شاہ صاحب قادری کے مہذب تھے اونکی صورت سے انکے لباس  
سے انکے افعال سے انکے انداز سے جنید ادبایزید کے حالات پیش نظر ہوتے ہیں  
اور صحابیوں کے جن تذکروں کو ہم خاندان کی طرح پڑھے ہیں وہ مثال اونکی  
صورت میں نمایاں ہیں اب اونکی جگہ اونکے خام مزاروں کا نشان ہی نشان نظر آ رہا ہے  
غرضکہ یہ وہ سببی ہے جس میں عالم۔ فاضل۔ حکم۔ منشی۔ درویش۔ حافظ۔ سادہ لوح

مصلحت شیخ - سخی - بہادر - زور آور - سپاہی آباد تھے اور انکے کسی کسی گھر میں اور اہوا ساقش نظر آ رہا ہے۔

مخدوم صاحب کی اولاد میں ایک محلہ تہیہ کے نام سے مشہور ہے اسی محلہ میں ہمارے مامول امیر (مخدوم) کا مکان ہے اس محلہ کا نام تہیہ اسوجہ سے ہوا ہے کہ یہ لوگ مخدوم صاحب کی اولاد میں جاۓ۔ غیر منقولہ میں ایک ٹلٹ کے حصہ دار کہے جاتے ہیں انکے علاوہ اور لوگوں کو بھی اس خاندان سے تعلقات اور ایک جدی ہو گیا دعویٰ ہے اور ممکن ہے کہ وہ دعوے غلط نہوں مگر بعض اشخاص نے جدید رشتہ داروں سے چشمہ نسب کو گھیر کر کہا ہے۔ اسکے یہ سخی نہیں ہیں کہ انکی شرافت نسب کی محنت نہ ہو گئی ہے بلکہ غیر جنس کے انصال نے انکو اس خاندان کی اصل سے نظر انداز کر دیا ہے حالانکہ اصول کے لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ لہن، درہی جنسیت کو دور نہیں کرتا مگر تاہم چونکہ کی آبز ش ایک جید اثر پیدا کیا کرتی ہے اور چونکہ ہر خاندان کی شرافت اور اپنا طرز عمل خاندانوں کو گھیرے ایسا پسند ہو جاتا ہے کہ وہ بلا کافی تحقیقات کہے ہوئے غیر جنس کے معاملہ میں ہوش بدگمانی کی نگاہ رکھتے ہیں۔ اسلئے جو شخص تعلقات غیر سے جوا ہو گیا وہ ہمیشہ کے لئے جدا ہی ہو گیا۔

جہانک جو رکھا گیا اور تحقیقات سے معلوم ہوا اسلئے ذریعہ سے ظاہر ہوا کہ اس سبب میں سب سے پہلے جو مسجد بنائی گئی وہ اب جامع مسجد کے نام سے موسوم ہے اس مسجد کو وسط آبادی میں رکھا گیا تھا اور سب اہل خاندان اس میں پیش مسجد کے آباد تھے اس مسجد کے شمال میں ہمارے مورثا علی آباد ہوئے اور غرب و جنوب میں مگر حضرت آباد ہوئے مگر بعض گھروں کو انہیں ضرورتوں کی وجہ سے جوا و پرپیاں ہوئیں۔ اس مقام کو چھوڑ کر وسیع جگہ میں رہنے لگے ہمارے مکان کے پس پشت ایسا ایک دوسرا خاندان آباد ہے جسکا مختلف صورتوں کے ساتھ قبضہ مالکانہ ہو چکا ہے ہمارے



خاندان کی آبادی پس دیش زمانہ میں دربانٹ نہیں ہوتی بلکہ یہ پایا جاتا ہے کہ سب سے پہلے یہاں جو مسلمان قاضی ہوئے انہیں میں سے ایک ہم میں بڑی شہادت کہو اک جامع مسجد سے ملتی ہے کہ جو لوگ مسجد کے پس دیش قدیم سے آباد تھے بہرہ سجد انہیں کی بنائی ہوئی ہوا یہی لوگ سب سے پہلے اس سببی میں داخل ہوئے ہیں اور مسلمانوں کو سب سے پہلے جو ضرورت پیش آتی تھی مسجد کی جگہ ہی دوسری شہادت اس خاندان کے نسب کی تعلقات سے ہے ہیں ان کی رشتہ داریاں علامہ حضرت زاہدی کے سیٹھ اور قصبہ گلا دنی کے سادات میں بھی پائی جاتی ہیں اور اس قسم کی چند رشتوں نے اس شرف سے اس قدر متصل کر دیا ہے کہ اب عادات سے غیر جنسی اور بیگانگی موزوں نہیں رہی۔

ہمارے مورثا علی اکبر ت سے پایا نہ لباس میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور انکے انکی جرئت کا ثبوت اس مشہور اور زبان زدِ حلقہ سے پایا جاتا ہے۔ صادق شاہی بڑی پایا ہی سبب کھول بند و بیلائی۔ ان میں اگر کوئی نقص تھا تو یہ کہ علم کی طرف توجہ نہیں ہوئی اور بہادری کو جو شرف نوار کی مقصد کو دولت جا دانی سمجھا کے اسوجہ سے ہمارے گھر میں نہ کوئی نوشتہ تھا نہ کسی شجرہ ز کو ترتیب دیا یہ الزام اس سببی میں اہل علم اور بے علم پر سادات کے متعلقہ پر ہی اسکی وجہ میں سمجھتا ہوں کہ پہلے زمانہ میں لوگوں کو سببی میں اپنی شرافت پر ایسا بھروسہ تھا کہ ان کو اسکے متعلق کوئی نوشتہ چھوڑنا بیکار ہی معلوم ہوا اور چونکہ یہ امر اس وقت بحث طلب ہی نہ تھا اسوجہ سے لکھنے والوں نے یہی کچھ نہ لکھا اور دفع میں یہاں کہ باشندوں کی شرافت کسی نوشتہ کی محتاج نہیں تھی چنانک اس سببی کا نام مخلوق کے کاؤں میں پھونچا ہے وہیں تک انکی شرافت سلسلہ ہے اور جس خیال پر جہو کا انفاق ہے وہ ہی امر معنی ہے۔

اس سببی میں ابھی تک کسی خاندان کا سلسلہ ایسا معدوم نہیں ہوا کہ سینکڑوں برس کی سلسلہ معلومات مفقود ہو جاتی بلکہ ہر شخص کو اپنی بزرگوں سے جو حالات پھونچے ہیں وہ ہرینہ میں مضبوط ہیں اور انہیں کے لحاظ سے رشتہ داریوں کا سلسلہ قائم ہونا جاتا ہے اور چونکہ ہر خاندان میں دست



اس وقت تک میں نے عام سنی دلولہ کا ذکر کیا ہے اب میں اپنی ذات خاص کا کچھ لکھتا ہوں اور اس سے پہلے شجرہ خاندانی اور سوقت سے مرتب کرتا ہوں جسے  
 مجاہد صحت کے ساتھ بالترتیب تعلقات کا بہتہ چلا ہے۔  
 محمد صادق زاہدی

کریم اللہ

فیض اللہ

رمضان علی

روشن علی

ہشید علی

عشی یوسف علی

اززوجہ ثانی راہی سی سیدہ

اززوجہ اولی

مولوی محمد شمس الحق دوم دختر حامد بدر عالم .. محمود اور ایک خضر

میری نانی صاحبہ کا سلسلہ خاندانی حضرات سادات قصبہ گھاؤٹی ضلع بٹہ شہر سکری اور زوجہ اولی کا  
 ناہال حضرات سادات قصبہ ٹیہ میں آباد اور زوجہ ثانی بناری سادات خیرین میں ایک خاندان ایک عرصہ کیا رہا  
 میں بسا ہوا ہے اسکے علاوہ اور بھی چند تعلقات اس خاندان کے حضرات سادات میں ہیں سکنو محکوم اور بری سکن کو تفریق سادات کا  
 ایک فخر حاصل ہے اور گونا گونا بہادری نسب کی طرٹ آگے منسوب کرنا معمول کے خلاف ہے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ جناب بی بی  
 سیدہ النساء کی شرف سلسلہ کی دھڑی اولاد کی ذریات با تعلقات یگانگت محمد دم نہیں ہے نہ قیامت کو ان  
 وہ سلسلہ خراب سے دور رہ سکتے ہیں۔

مجاہد زوجہ ثانی بن سیدہ اگر علیہا کی بابت کہنے کی ضرورت نہیں ہو کہ نہ جب میں راہی میں بعدہ سپرنٹنڈنٹ پولیس

چند سالوں تک رہا ہوں اسوقت خاص ہمارے گاہوں اور قصبہ گلاوٹی سپہ کوئٹہ  
اور شناسا میرے پاس اکثر اوقات تشریف لے گئے اونکی معلومات یقین دلائی کئے  
بہت کافی بے علاوہ اسکے ریل کے جاری ہونے سے اور اس عایدہ تعلق کے  
کریں سے رام پور اور اولدن میں بلکہ اس نواح کے اشخاص کی ایسی آمد و رفت ہو رہی ہے  
کہ ناواقفیت کا حجاب بالکل اٹھ گیا ہے مگر تاہم اپنے احباب کی زیادہ دلہی اور  
نسبیں کے لئے بیٹے رام پور میں اونکی نسب کی بابت ایک محضر مرتب کرایا ہے  
اسپرچاس خزانے سے زیادہ دستخط میں ادن میں سے بعض حضرات کے نام  
ظاہر کرنا ہوں۔

شیخ منصب علی صاحب ۔۔۔ مولوی محمد اطف اسد صاحب پرنسپل مدرسہ  
تحتیلاہ حضور تحصیل سابق جج ریاست موصوف ۔ بہ حضرت مفتی ہی ہیں  
محمد فاروق حسن صابری ۔۔۔ شیخ منظور بن صاحب ۔۔۔ خواجہ احمد علی خلیف شاہ  
مالک مطیع دہ بے بکھری سب انسپٹر پولیس سید محمد عاشق صاحب پورچو  
محمد خاوند خاں خلیف ۔۔۔ سید علی ولد سید احمد علی عارف کامل تھے ۔  
صاحبزادہ محمد دانش خاں گھبر سخی  
محمد حسین ولد میر حسین سید آل نبی ولد دلاور علی اتوب علی ولد سید یعقوب علی  
سکنہ عکہ مدرسہ محلہ بڈریہ ملاظریف سکنہ راجہ دارہ  
محمد صنیعہ پیشکار حضور تحصیل محمد عطاء اسد خاں منصرہ محلہ خٹا

م سے والد بزرگوار شہر میرٹھ میں نائب کوٹوال رہے اور میرے بڑے بھائی  
اسوقت ڈپٹی کلکٹر ہیں میں پولیس میں انسپٹر ہوں اور دور تک کا پتہ چلتا ہے کہ اکثر  
عزیز ملازمت پیشہ رہے اسوجہ سے ہم لوگوں کا رجحان طبیعت تجارت بادستہ کاری  
کی جانب بالکل نہیں ہوا یہ کافی طور پر زراعت کی طرف توجہ ہوئی انھوں نے ہے کہ رسم و

اس وقت تک میں عام سنی والوں کا ذکر کیا ہے اب میں اپنی ذات خاص کا کچھ جاننا ہوں اور اس سے پہلے شجرہ خاندانی اور سوقت سے مرتب کرنا ہوں جس سے  
مجھ کو صحت کے ساتھ بالترتیب تعلقات کا پتہ چلا ہے۔

محمد صادق زاہدی

کریم اللہ

فیض اللہ

رمضان علی

روشن علی

ہنجد علی

ہنجد یوسف علی

ارزو جہانی رامپوری سیدہ

ارزو جہادلی

مولوی محمد شمس الحق دو دختر حامد بر عالم .. محمود اور ایک دختر

میری نانی صاحبہ کا سلسلہ خاندانی حضرات سادات نقشبندیہ گھاؤٹی ضلع بلند شہر سکریارزو جہادلی کا  
ناہال حضرات سادات نقشبندیہ میں آباد اور زونجانی بخاری سادات خلیفہ میں ہیں ان کا خاندان ایک عرصہ تک رامپور  
میں بسا ہوا ہے اسکے علاوہ اور بھی چند تعلقات اس خاندان کے حضرات سادات میں ہیں اسکو محکو اور میری سے کو تعلق سادات کا  
ایک فخر حاصل ہوا اور گنگا بہار دہری نسب کی طرف انکو منسوب کرنا معمول کے خلاف ہو لیکن اس میں شبہ نہیں کہ جناب بی بی  
سیدہ النساء کی شرافت سے انکی دختری اولاد کی ذریات یا تعلقات بگاڑت محروم نہیں ہے نہ قیامت کو ان  
دہ سلسلہ قرابت سے دور رہ سکتے ہیں۔

مجھ کو زونجانی بہت یاد آکر علیہا کی بابت کہنے کی ضرورت نہیں ہو کہ جب میں رامپور میں بعدہ پیرنڈنٹ پولیس

چند سالوں تک رہا ہوں اسوقت خاص ہمارے گالوں اور قصبہ گلاوٹی سپہ کوئٹہ  
اور شامبرے پاس اکثر اوقات تشریف لے گئے اور انکی معلومات یقین دلائی کئے  
بہت کافی ہے علاوہ اسکے ریل کے جاری ہونے سے اور اس جابد تعلق کے  
کر لینے سے رام پور اور اولدن میں بلکہ اس نواح کے اشخاص کی ایسی آمد و رفت ہو رہی ہے  
کہ نادانیت کا حجاب بالکل اٹھ گیا ہے مگر تاہم اپنے اجاب کی زیادہ دلد ہی اور  
نسکین کے لئے میں نے رام پور میں ادنیٰ نسب کی بابت ایک محضر مرتب کرایا ہے  
اس پر سچاں خرمزین سے زیادہ دستخط ہیں اول میں سے بعض حضرات کے نام  
ظاہر کرتا ہوں۔

شیخ منصب علی صاحب ۔۔۔ مولوی محمد لطف اللہ صاحب پرنسپل مدرسہ  
مختلہ دار حضور تحصیل سابق جج ریاست مومون۔ یہ حضرت معنی ہی ہیں  
محمد فاروق حسن صابری ۔۔۔ شیخ منظور من صاحب ۔۔۔ خواجہ احمد علی خلیف شاہ  
مالک مطیع دہ بیکندری سب انسپٹر پولیس سید محمد عاشق صاحب مغفور  
محمد خاوند خاں خلیف ۔۔۔ سید علی ولد سید احمد علی عارف کامل مئے۔  
ماجنزہ محمود انشمن خاں گھبر سخی  
محمد حسین ولد سید حسین سید اکمل نبی ولد دلاور علی ایوب علی ولد سید یعقوب علی  
سکنہ محلہ مدرسہ محلہ بزرہ ملاظریف سکنہ راجہ وارہ  
محمد صنیہ صاحبہ کار حضور تحصیل محمد عطاء اللہ خاں محضر مسلمہ شاہ

میں والد بزرگوار شہر میرٹھ میں نائب کو قوال رہے اور میرے بڑے بھائی  
اسوقت ڈپٹی مالکٹر میں پولیس میں انسپٹر ہوں اور دور تک کا پتہ چلتا ہے کہ اکثر  
عزیز ملازمت بیشہ سے اسوجہ سے ہم لوگوں کا رجحان طبیعت تجارت بادستہ کاری  
کی جانب بالکل نہیں ہوا کہ کافی طور پر زراعت کی طرف توجہ ہوئی انہوں نے کہہ کر مسلمہ

دس نور سابقہ نے کس شرمناک خیال کے ساتھ پابند کر دیا ہے کیونکہ اپنے تمام رادوں اور خواہشات کو بیچ کرنے سے نوکر لکھانے میں اندر دافعی امر بھی ہے کہ جن لوگوں کی زندگی اس پابندی میں بسر ہوئی ہے وہ زندہ در گور رہے ہیں یا شہیت بنے اور انکو ایسے نفس میں پیدا کر دیا ہے جس میں بجز صیاد کی صورت کے اسیر کو کچھ نظر نہیں آتا خیال کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مخلوق کی روح غالب میں اسیر ہوئی اور غالب دور فلک کے اندر رہا۔ لیکن جو لوگ حصار طراست میں ہیں وہ انکے علاوہ اور یہی فیویدر مثلاً میں کہیں انکا مالک شب کا سونا اور دن کا کھانا حرام کر دیتا ہے کہیں بیٹھنے کو دفعت کھڑے ہونے کا حکم دیتا ہے کہیں کھڑے ہوئے کو دل چاہتا ہے تو منزلوں کا سفر لازم کر دیتا غایت کے لئے طلب کرنا ہے لیکن غاب کے خوف سے دل دھڑکنے لگتا ہے غاب کے دقت شرمساری اور اظہار مجبوری سے اگر بچھا کٹ گیا تو خیر ورنہ ذلت اور بدنامی کا طوق گلے میں پڑ جاتا ہے جہاں خلا کے ساتھ درگزر نہ ہو اور گناہوں کو ثواب کیساتھ وزن نچیا جائے وہاں انسان کو آسودگی کیونکر مہسر ہو سکتی ہے مجھ کو خبر ہو ہے کہ نوکر کی اکثر کمر بستہ اور ٹھٹھے ہیں اور جگر خستہ سوتے ہیں اور جو لوگ سوتے سے پہلے اور ٹھٹھے کے خیال میں محو ہیں اونکی نیت میں آسودگی اور بیماری میں راحت نہیں ہو اگر فی لیکن مشکل بھی ہے کہ شروع سے اگر طبیعت کسی شغل کی عادی ہو گئی تو ہو گئی پھر اونکو تبدیل کرنا محال ہو جاتا ہے سینے خرد ایک دفعہ طبیعت کو تجارت کی طرف متوجہ کرنا چاہا تو تمام صورتیں بڑی پیچیدگی میں نظر آئیں کہیں بہہ معلوم ہوا کہ تجارت کے لئے شہر پر یہ کی ضرورت ہے کہیں بہہ خیال ذہن نشین ہوا کہ کم مایہ آدمی اس شغل میں اگر نقصان اٹھائے گا تو پھر سببنا دشوار ہے کہیں نفس نے بہہ بنایا کہ فی روپیہ ایک پیسہ ہی کوئی نفع ہوتا ہے کہیں ایک جگہ بیٹھنے سے طبیعت ادا کھڑ گئی کہیں سفر کے خیال سے اندر نہیں ہوئی کہیں خود طبیعت نے بہہ سبھا یا کہ جب تک بچہ معلوم نہ ہو کہ کہتہ کہاں سے کہاں

بھونچایا جاتا ہے اور چانول کہ ہر سے کہ ہر لیجانا چاہئے اور سوقت تجارت سبھی ہر وقت نقصان کا ہی ازربشہ ہی غرضیکہ نفس ہزار جلوں سے روک دینا تھا اور جب یہ خیال کیا کہ نوکری بکاشے ہے تو ہزار خوبیاں اور آسانی پیش نظر ہو گئیں مالک کی حکومت اور اسکی تمام منفردت کا ذائقہ اپنی زبان پر آگیا لیکہ میں دیکھتا ہوں کہ جن لوگوں کو بُری پہلی باتوں کے سننے کی پوری برداشت ہوتی ہے یا وہ کسی فیل فتر سے ہونے میں مگر تو کر ہونے ہی جرم کے سارے پیٹھے اکڑ جاتے ہیں۔ پاؤں بے ادھٹائے اوٹھنے لگتا ہے سینہ اوپر جاتا ہے آنکھیں کھل جاتی ہیں دل باغ میں خود نمائی پیدا ہو جاتی ہے کسی نال اندیش کو اتفاق سے اگر بھ خیال پیدا ہو گیا کہ ہم بھی کیسے کے تعبیر میں تو ذرا نفس نے سمجھا دیا کہ کیا بڑائی ہے ہم ایک کے تابع دار ہو اور ہمارے ہزار فرمانبردار ہیں واہ کیسا تسکین بخش جواب ہے اور کس درجہ میٹھا اور خوشگوار ہے اسلئے دنیا کو بہت دیکھنے کے بعد میں اپنی اس یادداشت کو حسب ذیل فصاحت سے مکمل کرنا ہوں۔

(۱) ہر خاندانی کی بربادی اور سوقت ہوتی ہے، جب خداوند عالم کی نافرمانی گھروالوں کی عادت ہو جاتی ہے با عارضی صفتوں پر دماغ میں نگہ رکھ لیتا ہے یا کسی خاندان کا کمال بدرجہ غایت ہو جاتا ہے ایسوجہ سے نسل شہور ہے کہ ہر کلمہ را زوالے۔

(۲) کسی ملازمت میں راسن بازی اور امانت کے ساتھ آئندہ زمانہ کے لئے تسکین بخش حالت پیدا کرنا محال لکھا ناممکن ہے۔

(۳) کاشتکاری بحیثیت موجودہ باعث خرابی ہے اور آپ کو جوان بنانے کی کوشش کرنا ہے اور اس کے مشاغل انسان کو ہر خیال سے روک دیتے ہیں۔

(۴) دستکاری اطمینان بخش حالت کے حصول کا ایک آلہ ہے اور تجارت



وہ ذریعہ ہے جسکی بقائے سلطنت کے لئے بادشاہوں کو بھی ضرورت پڑتی ہے۔

(۵) نکیر فرعون جیسے بادشاہ کو برا دکرنا ہے اور جھلانی خواہ ایک ہی جو برابر ہو مخلوق کے دلوں میں نفث ہو جاتی ہے

(۶) انصابت اور طمع سے بیز پریشانی کچھ حصول نہیں ہوتا۔

(۷) جس خاندان میں بے علمی سیراٹ ہوگی اوس میں فساد کی بنیاد قائم ہوگی۔

(۸) انگریزی علم ابان کی بربادی کا سبب ہے اور علوم دینی عقیدہ کی حفاظت

کے لئے ایک حکومت ہے البتہ خیال کی صحت کے بعد کوئی زبان یکجہا خرابی پیدا نہیں کرنا۔

(۹) دیہات کی آبادی ریت رنی کی مانع ہے اور شہر کی سکونت میں طرز معاشرت

کے مستتبہ ہو نیکا اندیشہ ہے اسوجہ سے سکونت دیہات کی اور معاش کی تلاش شہروں میں بہتر ہے۔

(۱۰) ہمایوں کے ظلم پر صبر کرنا اور آپس میں مصالحت کو قائم کرنا عاقبت کا

سبب ہے۔

(۱۱) ذاتی معاملات کو زیر بحث کرنا یا طبیعت کو شہادتوں کا خوگر بنانا آپکے ذلیل کرنا ہے

(۱۲) عزیزوں کی کج ادائی اور دوستوں کی یوفانی کی شکایت اوسوقت ہونا

چاہئے جب اپنی طبیعت کی مصالحت کلی کا اندازہ کر لیا جائے۔

میں پھر اپنی حالت کا فوٹو کھینچتا ہوں اور مشاعرے شروع کرتا ہوں جبکہ میں

صیغہ پولیس سے جدا ہو گیا ایک سال بیکار رہا اور تجارت کے متعلق جو دل سے مشورہ

لینا تھا یہ آوسی سال بیکاری کا مشغلہ تھا لیکن مشغلہ میں متحرک مولوی عبدلوما ب

صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس مرحوم و مغفور موطن ایچولی ریاست رام پور میں سپرنٹنڈنٹ

پولیس مقرر ہو گیا۔ رام پور میں گو بلحاظ دستور قدیم اس عہدہ کی تنخواہ دوسو روپیہ سے زیادہ

ہائیں ہوتی مگر افتدارا اور اختیار کے اعتبار سے بہ عہدہ حکومت انگریزی کے مشابہ  
 تھا بلکہ بعض حالتوں میں بہتر گرا بھی تھا کیاں کے اہلکار پولیس کسی دستور اور ضابطہ کو  
 پابست نہیں ہوتے تھے بلکہ مذہبی رواج خود قانون بنا ہوا تھا اور عدالتیں کم و بیش انگریزی قانون کے  
 مناسبت کی پابستیں سپاہی اکثر چھپے چھپے آ کر خواہ بیجا یا کرنے تھے۔ دت تک محکوم  
 بہہ پینہ چلا کہ پولیس میں کتنے ملازم ہیں۔

راہپور میں سب سے زیادہ میرے لئے بھروسہ و شوری تھی کہ جنرل اعظم الدین خان  
 بہادر مدار الہام ریاست قواعد انگریزی کے فوگرنے اور انکی خواہش ہر کام میں  
 بہہ ہوتی تھی کہ برسوں کا کام چند دنوں میں مکمل دیکھ بیا جائے اور انکا اتجال  
 اکثر اوقات انکے ارادوں کو پورا کرتا رہا مگر عاباً اور طرمان کو ہر اک اصلاح برابری  
 کی صورتوں میں نظر آتی تھی اور جسطرح مستعدی اور نکا شمار تھا اس طرح وہ  
 اپنی آزادی کو مقدم رکھنا چاہتے تھے جب دل میں آیا تو کمری کرنے چلے آئے۔  
 اور جب ضرورت ہوئی گھر چلے گئے اسوجہ سے منظور کی کونسل محکوم ایک ضابطہ  
 معین کرنا پڑا جو اسوقت تک ریاست میں نافذ ہے اور ملازمان کی حسب ذیل حرکتوں  
 کو ایک دستور کے ساتھ بند بچ روکنا رہا میرے اس عمل نے بھی دونوں میں برکائی  
 اور خیالات میں برا فروختگی پیدا کی لیکن رفتہ رفتہ جب اول لوگوں نے قانون  
 اور قواعد کے عمدہ نیچوں سے واقفیت حاصل کر لی تو اخلاص کے ساتھ مانوس ہو گئے  
 اور پھر ہر کام میں ترتیب شروع ہو گئی حتیٰ کہ اپنی وضع اور خود پسند آگئی اسوجہ سے  
 کہ وہاں کے آدمیوں میں کارآمداتوں کے جلد سمجھ لینے کی ایک قابلیت ضرور ہے  
 بشرطہ طبعیہ انکا معلم اونکی گہر بھیکوں اور شورش جاہلانہ سے خود خوف کھا کر اپنی  
 تعلیم سے باز رہے میں اب نہیں کہہ سکتا کہ اسوقت وہ کس خیال کے پابند ہوئے تھے  
 لیکن دو تین سال کے اندر میری موجودگی کے زمانہ میں ان میں پولیس کی خدمات

انجام دینے کی اچھی یافت پیدا ہو گئی تھی۔

جنرل موصوف ایک بہادر دانشمند اور جنائش مدبر شخص تھے اور کما دزن دوزخ میں سپردِ عافیت لیکن گھوڑے کی سواری کے شائق تھے تین چالیس میل پیدل سفر کر لینا آسان تھا چو میں گھنٹے مزدورت کے وقت پیچرو خواب کام کرنا اونکی تفریح کا سبب تھا بہادری کے تمام کرتبوں میں بندہ دلکشانہ بازی میں نو عجیب و غریب ہلکے ہتھامضرت کا خطرہ اور مرگ ناگہانی کا خوف قدرت نے اُنکے قلب میں کہی پیدا ہونے والا وہ میں استقلال اور خلافت کی خبر اندیشی بھری تھی تھی اونکی دلی خواہش یہ تھی کہ شہرِ رامپور آسودگی کا خیمہ بچائے یہاں کا اخصاق چہرست کی کدورت سے صاف ہو جائے ملک کی یہودی ہر درو دیوار سے چمک اُونٹھے اور ان بھلائیوں کے وہ ایسے دریں تھے کہ سہینہ بھی خیال نہ کرے عام آسودگی اپنی آنکھوں سے دیکھ جاؤں لیکن رعایا کی بگمائی جو محض ناخبرہ کاری کیوجہ سے تھی وہ دن بدن بڑھتی جاتی تھی اور ہینہ میں سبکدلوں عوضاں ایسی بچو بچی نہیں جنکے ذریعہ سے اونکو طرح طرح کے خوف دلائے جانے سے گروہ ہوا کہی اونکو پڑھنا تھا اور کہی چاک کر کے پھینک دینا تھا۔

رامپور میں مینے دربارے کو کسی کا پانی شہر کے اندر کوچہ بازار میں بھرا ہوا بچھا یا تھوڑے زمانہ میں ایسا دفت دیکھا کہ دربارے کے پانی کو اس طرف رخ کرنے کا موقع ملا اور جن ملکوں میں مرد لگوٹہ بانڈ کر بھرتے تھے اُن میں بڑھوں کو شکستہ زیر پا پیسے ہوتے پھرتے پایا اگر اس پر بھی خلوق نے جنرل کو بددعا سے نہیں چھوڑا مینے جب کہی رعایا کے اس مخالفانہ خیال کا ذکر کیا تو جنرل موصوف نے ہی جواب دیا کہ سپرنٹنڈنٹ صاحب مجنون اور بچہ کی گالیاں بھی بھلی معلوم ہونا چاہیے جن لوگوں نے تمام عداوت کا متہ نہیں دیکھا وہ اونکی آمد کے احتیام سے کیا واقف

ہونگے۔

اس مختصر تذکرہ میں خمیں میں اپنے ذاتی حالات لکھ رہا ہوں جنہل موصوف کو واقعات بیان کرنے کو میں دوسرا کوئی واقعہ اسوجہ سے خیال نہیں کرنا کہ ایک سہ ماہی مرے طرز زندگی پر ادنیٰ حکومت مستفانہ کا اثر رہا ہے اور میں نے انکھواد صوفت جوہر ہے جب مخالفین کے سخت حملوں کے بعد ادنیٰ جان تلف ہو چکی ہے۔ ادنیٰ شہادت کا مختصر واقعہ یہ ہے۔

شب کے وقت جب وہ ایک رئیس کی دعوت لکھا کر مکان کو واپس آئے تھے رامہ میں بہت سے آدمی پراجمائے ہوئے بندوبست و شمشیر کھڑے ہوئے تھے نیز گزشت سے ہوئے لیکن ادنیٰ کو اب گولی لگی جو بازو توڑ کر سینہ میں رچی اور چند چہرہ گلاب کے داغ تک پھونچے اس اخیر وقت میں بھی جو کام کیا وہ بہت ہے جبکہ مجھ میں جان رہی ہوں سے اُنہیں کیا لکھا اسی حالت میں بلا کسی دستگیر کے پیادہ یا سود و سودم تک پھونچ گئے آخر فقرہ ڈاکٹر کا یہ تھا کہ اعظم الدین خاں نے راسپور کی بھائی مئی جنو میں اپنی جان کو نذر کر دیا دوسرا فقرہ جو نذر کرنا ستر بر لکھا ڈیٹی انکھلویس نامورہ تفتیش مقدمہ مذکورہ نے ظاہر کیا وہ بہت تھا کہ دس ہزار روپے میں جنہل میں ایک ہی شخص نکل سکتا ہے۔ تہری بات جو سب سے زیادہ دل پسند ہو وہ یہ ہے کہ چھ سے ایک مجذب صفت درویش نے ایک موندہ پر بیان کیا کہ میں نے بختیم خود کچھا ہے کہ اعظم الدین کا سر مرنے کے وقت حضرت علی کرم اللہ وجہ کے ہاتھ میں ہے۔ سبحان اللہ و مجبہ ادنیٰ خیر اندیشی کا مزدوری منجہ تھا۔ اور ادنیٰ کے اوصاف دینی و نبوی کے ثابت کرنے کے لئے میں صرف یہی تین جملہ بہت کافی تصور کرنا ہوں۔

اس واقعہ سے ایک سال پہلے درمیان رامپور اور مراد آباد کے ہمیشہ بھی چند پرماسٹروں نے ایسا ہی حکم کیا ہمیں محکمہ صحت مزرعہ پانچا لیکن تاہم دی ہر سار نہ تھی

جسکی وجہ سے ملتان میں سے ایک شخص میرے پٹنچہ سے ہلاک ہوا باقی فرار ہو گئے  
 بنگو بالاخرہ الٹ انگریزی سے دس دس برس کی قید ہوئی اس واقعہ کے بعد امپور  
 میں دلوں کے اندر اچھی تاثیر پیدا ہوئی اور وہاں کے بہادر میرے اور عزت  
 کی نگاہ ڈالنے لگے مگر میں جنرل کی شہادت کے بعد بہت ہی خستہ ہو گیا اور چونکہ تمام  
 انتظامی حالتیں اونکے مرنے کے بعد ہی تبدیل ہو گئیں اسوجہ سے وہاں سے چلا آیا۔  
 اس موقع پر بنگو اپنا ایک خاص ذاتی تجربہ اور روحی ادراک ظاہر کرنا ہے جو فی الواقع  
 دوسروں کے لئے عبرت ہے اور میرے لئے ہدایت اور بہ صورت میرے ہی ساتھ  
 نرالی پیش نہیں آئی بلکہ ایام زندگی میں کبھی کبھی ایسے واقعات یا اسکی مثل سب پر  
 گذر جانے میں مگر چونکہ ناگہانی اتفاقی واقعات پر غور کی نگاہ نہیں پڑنی اسوجہ سے  
 ادنیٰ اصلی تاثیریں جو پیدا ہوتی ہیں محسوس نہیں ہوا کرتیں میں جو کچھ کہہ رہا ہوں  
 وہ بناوٹ اور مبالغہ سے بالکل پاک ہے بلکہ اس کہنے کی میں ضرورت ہی نہیں پاتا  
 کیونکہ جو کہتا ہوں وہ اپنی سچائی پر آپ ہی شاہد ہے بنگو اس واقعہ کے بعد جب اسرار  
 مشکشف ہوئے اول یہ کہ جب طبیعت کا ادراک بہہ دجہ ایک طرف متوجہ ہو جاتا ہے  
 تو شدید واقعات اور مضرات اوسکو اس حالت سے روکنے میں عاجز ہیں مجھ پر  
 جب چہری اور منہ دلائلوں سے حملہ ہوتا تھا اوسوقت طبیعت جسمانی حفاظت  
 کی طرف یہ اوصاف کلی منوجہ تھی جسکی وجہ سے مزبات کی تکلیف زخموں کی  
 شورش کا اثر میری امتیاز سے باہر تھا اسی نوع کو اب دوسرے خیال کے ساتھ  
 وزن کرنا چاہئے معنی ماشن ابھی الفت کے جوش میں ادلی ہی بلکہ ہم بھگپانی میں کہ بڑا خیال  
 ایسی قوت پیدا کرتیں کہ غیر متعلق واقعات کے روکنے کے لئے سپر بنایا گئے  
 اور رفتہ رفتہ وہ خود ایسے ہو جاتے ہیں کہ ادھکوارحت کی قہر بانی نہیں رہتی نہ وہ  
 کسیکے دوست ہوتے ہیں نہ دشمن بلکہ ہر وقت شوق دیدار میں محو رہتے ہیں باحوث کا

انتظار اذ نکو آٹھوں پہر بیدار رہنا ہے۔ دوسری بات یہ سمجھ لی کہ خود غرضی آل نبشی  
اور تدبیرات مستحسن سے ہمیشہ باز رہنی ہے مجھ پر مہرمان نے دن میں حملہ کیا اور انکے  
اعراض حاسدانہ کا شمار اس درجہ بڑھ گیا تھا کہ اوہنوں نے یہی سوچا کہ ایک شخص کو  
مار لینا چند ہیادروں کی جماعت کے لئے کچھ دشوار نہیں ہے اور یہی سمجھ کر کچھ کرنا چاہتی  
کرنے لگے اگر وہ یہ ہی سوچنے کے آفتاب کی روشنی افکار راز کا سبب ہے یا قدرت  
کو یہی اختیار ہے کہ غلبہ شخص مخالف کو ہو تو وہ تدبیرات اور آل اندیشی کی زحمت  
اوٹھانے اوس میں یقینی فائدہ یہ ہوا کہ وہ اس جاہلانہ حرکت سے باز رہنے باکوئی  
اسی تدبیر پیدا ہو جاتی جسکے ذریعہ سے وہ ہر حالت میں اپنی حفاظت کر سکتے تھے۔  
اتنے ثابت ہوا کہ ہر معاملہ زیر بحث میں شخص مخاطب یا مخاطات کی قوت کو غالب دیکھنا  
چاہئے اور اس مفروضہ غلبہ کے ہوزن قوت حاصل کر کے اپنے کام میں نتیجہ پیدا  
کر لینا آسان ہے اس معاملہ میں عقل کو قیصر اور اک جو حاصل ہوا وہ یہ تھا کہ فی الواقع  
اصلی محافظ ہر شخص کا خداوند عالم خود ہو جانا ہے مگر یہ اسباب ظاہر انسان کو انفا  
یا اپنی تدبیرات کے حوالہ کر دیتا ہے مجھ پر تو ازجملہ رہے تھے وہ ایسے بیدار تھے  
کہ کچھ اپنا پسلیوں کا ثابت رہنا بالکل خلاف عقل معلوم ہوتا ہے نہ زمان کا مقتضی  
ہو سکتا ہے مگر میں دیکھتا تھا کہ نازک مقامات جسمانی کسی حصار میں تھے اسکا باعث  
نہ میرا اور اک محاذ کوئی شے دیوان میں ایسی مائل تھی جو میرے سر اور پسلیوں کا  
محافظہ فرما پانا اس پریشانی میں محکوم ایک سبب بھی ملا کہ جب انسان اپنا موت کا  
فاصلہ قریب کھڑا ہوا دیکھ لیتا ہے تو اسکے قلب میں نہ کوئی خطرہ رہتا ہے نہ غریب و نیاز  
باد آتے ہیں نہ دوسرے کی جان کی فساد معلوم ہوتی ہے جسے جہتے کے  
موت و محلول سے جبے تعین کر لیا کہ تو تھوڑی دیر کا جہان ہے تو میں قلب کو ہر خیال ہی  
صاف اور مستحضر پاتا تھا اور اپنے ایک مخالف نوجوان کی جان عزیز مجھ پر نہ پادہ

نظر آتی تھی اگر نزع کے وقت ہی آدمی کسی اُلفت یا مختلف خیال کا محبوبہ نہ دیتا ہو تو ممکن ہے ان سب سے زیادہ عجیب واردات جو مجھے گزری وہ یہ ہے کہ اسی رات میں مجھ کو حالت خواب میں دکھایا گیا کہ ایک شیر درخت کے نیچے اٹھ کر چہرہ حملہ کرنا چاہتا ہے۔ میں نے اس کو چپ کر پھینک دیا اس خواب سے آٹھ گھنٹہ بعد اسی صورت سے یہ موقع پیش آیا اسکے یہ معنی ہیں کہ گتھنگاروں کا قلب بھی کچھ خبر رکھتا ہے اور شد بد تقاضات کی تاثیر روحی کشش سے پہلے اس میں غور کرتی رہتی ہے کبھی کبھی سمجھ میں آ جاتا ہے اور اکثر تعلقات کے هجوم کی کدورت یا ثبات اعمال کا نقل ہو کر بغیر رکھتا ہے اس کی شہادت عمل مسمریزی سے بھی ملتی ہے جو بچوں کی روح سے دور دور کے حالات صحیح دریافت کر دیتا ہے اسی کا نام خواب ہے اور اسی قسم کی کشش الہام کا یہی باعث ہوا کرتی ہے۔

میں ۱۹۱۷ء تک اپنے مکان پر بیکار رہا لیکن مقتضائے ضرورت میں پھر اپنے اصلی کمروں کی طرف گھومنے لگا حتیٰ کہ مجھ کو حیثیت جدید ملازمت گورنمنٹ انگریزی میں عہدہ سب انسپکٹری ثنابت آسانی سے مل گیا اسکے بعد ۱۹۲۷ء سے میں انسپکٹر مقرر ہو گیا۔ ان تمام صورتوں سے یقین ہوا کہ قدرت نے میری معاش کا ذریعہ صیغہ پولیس کی ملازمت میں منحصر کر دیا ہے۔

اب شب و روز اپنی حذر و انجام دینا ہوں اور اسی مشغولیت میں اکثر اوقات قلب میں غمگیناں پیدا ہوتی ہیں کہ یہ تمام بقدرات جو اپنی ذات میں واقع ہوتی ہیں چپ سے اختیار سے باہر ہیں تو ضرور میری کوئی دوسری قوت منصرف ہو لیکن جو نظر سے غائب ہے اس کو احاطہ یقین میں لانا مشکل ہی مشکل ہے اتنا ضرور سمجھ میں آتا ہے کہ دنیا متضاد مادوں سے بنائی گئی ہے۔ اسی وجہ سے انسانی خیالات اور معلومات میں بھی برابر ہی نہیں کہ دو ٹوٹی صورتوں اور ٹوٹی عاداتوں میں باہم دگر مخالفت ہے اور یہی تحقیقات اور انکے اور انکی محبت

سب ناقص ہیں ایسی حالت میں حالات غیر معلوم سے انکار کرتا ہی مناسب نہیں ہے اس  
 یہ غرض نہیں ہے کہ ہر اک محالات اور خلافت قیاس انسانی پر مبنی دلیں کے بغیر کہ جس  
 بلکہ یہ مقصد ہے کہ ایسے عجیب و غریب کارخانہ کو دیکھ کر جیسا کہ عالم موجودہ ہے یہ خیال کرنا  
 کہ اسکا کوئی خالق نہیں ہے یا یہ ہمیشہ قائم رہنے والا ہے عقل کے خلاف ہے کیونکہ  
 جن کاموں میں ارادہ اور ترتیب کا بخور ہے وہ خود بخود نہیں ہوا کرتے یہاں کی ہر شے  
 باوجود اختلاف عناصر کے باہم ایک دوسرے سے کوئی تعلق رکھتی ہے اور پھر حجاب  
 معلوم ہوتی ہیں اور انکا اثر اور محاذ الفیہ اور انکی صورتیں بالکل مختلف ہیں ایک شاعر ہے  
 کیسے لئے خوش ہے کسی کے لئے سحر ہی ایک دوا ہے کسی کو مفید ہے کسی کو مضر  
 اور پھر ہر شے میں ہزار ہا تاثیرات ہیں اور پھر باوجود اختلاف کے چند شے باہم ملکر ایک دوسری  
 مزاج پیدا کر یعنی میں پتہ مہر ہے چول سرخ پیدا ہوتا ہے پھل میٹھا ہے تخم کڑوا۔ اب  
 جانوروں کی دیکھئے تو ہزار ہا قسم کے عجائبات ظاہر ہو گئے کوئی کالا ہے کوئی سفید ہے  
 کوئی زرد ہے کوئی سرخ ہے کسی میں چند رنگ جمع ہیں اور انکی آوازیں بھی جدا ہیں اور انکی  
 مذاول میں انکی اختلاف ہے بعض بے مادہ پیدا ہو جاتے ہیں اور جبکا جوڑا ہے وہ باوجود  
 ہم رنگ اور ایک شکل و شمائل کے کبھی غلط فہمی نہیں کرنے وہ جانور میں لیکن اپنی حفاظت  
 خوب کر لیتے ہیں اور یہ سب چیزیں بڑھ بڑھ کر نہایت جلد جلد فنا ہوتی رہتی ہیں جو لوگ  
 مادہ کو قدیم جانتے ہیں اور جو سب کچھ اوس کی تاثیرات نے ہیں اور انکا یہ ہی عقیدہ ہے  
 کہ اصل مادہ اور اوسکی حرکت میں کسی قسم کا ادراک ہے مادہ میں عقدا بابا جانا ہے  
 اسکو نکر مزور تعجب ہوتا ہے کہ انسان کیونکر ایسے مادہ سے بن سکتا ہے کیونکہ اس میں  
 ادراک بھی ہے اور قوت ارادی بھی ثابت ہوتی ہے اسوجہ سے معلول کا اپنی علت کو  
 اوصاف میں جاسو تا بعد از قیاس ہے معنی جب مادہ اپنی صفت میں قدیم ہے تو اوسکو  
 تمام ذرات اور فرد مات یا کچھ اوسکی تاثیرات سے پیدا ہوں قدیم ہی ہونا چاہئے تھا۔



اور بطرح مادہ میں ارادہ اور ادراک نہیں ہے اور بطرح انسان بھی مثل جمادات کے  
بجیس و حرکت پیدا ہوا کرنا یا کم از کم اس میں بڑے اور پہلے کا ادراک اور کسی قسم کا  
قصد نہ پایا جاتا۔

دنیا میں مادہ کا واحد ہونا نامست نہیں ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ زمین میں رحم انسان  
کی سی کوئی ایسی کیفیت رکھی گئی ہے کہ جس قسم کا مادہ اوس میں پڑتا ہے وہ اندر ہی اندر  
پرورش پا کر اپنی اصلی حقیقت کے ساتھ باہر نکل آتا ہے اور وہ کیفیت جس حصہ زمین میں  
زائل ہو جاتی ہے (جیسے شور زمین) وہاں کسی قسم کا بنانی مادہ پیدا نہیں ہوتا اور بطرح  
عورت کا رحم جب کسی سبب عارضی یا عطنی سے خراب ہوتا ہے تو اوس میں نطفہ قرار نہیں  
پاتا اور ایسی عورت سے اولاد کا پیدا ہونا ناممکن ہے اس سے ظاہر ہے کہ جس شے کی  
ظہور کے لئے کوئی ترتیب معین کر دی گئی ہے جب اوس میں کسبوجہ سے خرابی پڑ جاتی ہے  
تو اوس شے کا ظہور ناممکن ہو جاتا ہے مگر سچ یہ ہے کہ انسانی خیال نے غیر معلوم کیفیت  
کی تحقیق میں سلف سے آئنگ مختلف نتائج پیدا کئے ہیں اور اسوجہ سے عقاید میں کثیرا  
اختلاف ہو گیا ہے حالانکہ خیال اور عقیدہ میں بدیہی مغائرت ہے کیونکہ عقیدہ وہ خیال ہے  
جس کو کسی شخص کے قول پر بھروسہ کرنے سے ایک یقین پیدا ہو جاتا ہے اور دوسرا  
خیال وہ رجحان طبیعت ہے جو فراین ظاہری یا قبایسات عقلی سے کوئی وہم بارادہ دل میں  
ظاہر ہو کر تا ہے ایسے خیالات میں خداوند عالم نے ایک بے اختیاری وسعت عطا فرمائی ہے  
اکثر یہ ممکن ہے کہ کچھ عقیدہ کی حد سے بڑا کر گرا ہی کے کچھ میں ڈال دے سکونکہ یہ کہنا  
مشکل ہے کہ مادہ قدیم ہے اور تمام عالم کا دور اسی سے قائم ہے نہ یہ سمجھ لینا دشوار ہے  
کہ انسان اپنے فعل کا خود مختار ہے اسلئے کہ جہانک ہمارے علم و قیاس تو رہنمائی کی  
ہیں مگر پہچانی ہو واقفیت کو وسیع کر لیا۔

قیاس یہ چاہتا ہے کہ قدرت نے ایک مخلوق کو ایسے مادہ سے پیدا کیا جن میں

انسانی کی طاقت ہی نہیں ہے اسکو اہل اسلام ملوثی کہتے ہیں اسکی فرمانبرداری قابل  
صفت نہیں ہے کہونکہ جیسے بنائی گئی وہ ہی کر رہے ہیں۔ دوسرا فرقہ ایسی ترکیب سے  
بنایا گیا کہ اسکا نام ہی خبیث رکھا گیا اور نیک امیدوں سے اچھے خیالات سے بالکل  
دور رکھا گیا ہے چونکہ یہ دونوں فرقہ ہماری جنس اور ضرورتوں سے مناسب نہیں کہتے  
اسوجہ سے ہماری نگاہوں سے چپے ہوئے ہیں منبری مخلوق دنیا میں ایسی ظاہر کی گئی  
کہ اور نیکو دونوں صفوں کا حال نہیں کیا گیا اور ان میں مذکور کوئی تقدس ہے نہ خفاش نہ اونپر کوئی  
خاص حکم واجب نہیں ہے بجز اسکے کہ انسان اپنی ترکیب کا اُسے اپنی ضرورتوں کو بکسر  
کر لیں انکو جو ان کہتے ہیں لیکن ایک اور فرقہ آدم کے نام سے زمین ہی پر آباد کیا گیا۔  
اول میں بھلائی و برائی کے دونوں مادہ کی ترکیب دی گئی اور ایک تیسرا جزو عقل کے نام سے  
ملا دیا گیا جو قواسم جہانی پر حاکم نہیں ہے لیکن ایسی منور فوٹ ہے جسکے ذریعہ سے ہر فعل  
کے امتیاز ہو جاتی ہے اور گو ضرورتوں کا ہجوم اور تعلقات کی وابستگی ترکیب جسمانی کا  
تعاوض کو اسطرف لگا ئے رکھنا ہے جسکی تاثیر فوراً محسوس ہوا کرتی ہے مگر علاج انسانی  
قدرت کا اسکے علم سے ہماری تمام حرکت و سکون پر قادر ہوتی ہے یہ چاروں مخلوق اپنی  
اوصاف میں مختلف ہیں اسوجہ سے انکے افعال اور اعمال بھی مختلف ہیں ان ترکیبوں سے  
صرف خالق کی قدرت کا کمال ظاہر ہوتا ہے جو ثابت کرتا ہے کہ وہ ہر شے کو ہر صورت سے  
بنانے پر قادر ہے۔

یہ سچ ہے کہ ہم اپنے خالق کو ان آنکھوں سے نہیں دیکھتے مگر جب اسکا تصور  
کرنے میں حیرت کی پریشانی دُور ہو جاتی ہے تو ہر ذرہ میں اوسیکے نور کی چمک نظر  
آتی ہے ہر پرہیزگار میں اوسکی وحدت کا نقشہ کھینچا ہوا دیکھ سکتے ہیں سب انسان اگر اچھی  
صفوں کے ساتھ پیدا ہونے تو آج یہ کہہ سکتے ہتے کہ خالق بشارت ہے جو آئندہ اپنا کام  
یا اگر تمام دنیا بصورت ہی ہوتی تو یہ کہنا جائز تھا کہ ہمارا خالق ایک ہی قسم کی صورت بنا جائے گا

تحقیقات فلاسفوں کی جہل خدا کے وجود سے انکار ہے ابھی تک ناممکن ہے  
 اور خود انکا اختلاف باہمی اس خیال کو ثابت کر رہا ہے کہ بہت سے واقعات ایسے  
 پیش نظر ہیں کہ جنکے نتائج ہنوز لامعلوم ہیں اس بنا پر جمیع اشیا موجودہ کا علم محدود  
 حالت میں ہے اور جو اس وقت تک ظاہر ہوا ہے وہ درجائی معلومات کا نتیجہ ہے شاید  
 آئندہ اسکے خلاف ثابت ہوا سلسلے کے دماغی قوت اور حدود اک انسانی سے زائد اگر  
 غیر معلوم کیفیت ہماری نگاہ سے جدا ہو نہ کیا بعید ہے کہ کو باوجود ذی عقل ہونے کے  
 یہ معلوم نہیں ہے کہ ہماری صورت سے مادی اجزاء کب جدا ہو جائینگے یا دن میں آئندہ  
 کیا کیا تغیرات واقع ہونگے اس سے ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ حواس گو وہ کسی آلہ سے  
 ہی کیوں نہ کام میں لائے جاتے خالق اشیا کی ماہیت معلوم کرنے میں عاجز ہیں  
 اور جب اشیا کی پوری حقیقت دریافت نہیں ہوئی تو اسکی خالق کی کیفیت کو  
 معلوم کر لینا یا اسکے وجود سے منکر ہو جانا عقل کے خلاف ہے۔

دنیا میں بظاہر ہر چیز بسبب سے زیادہ بڑی نظر آتی ہیں اور ہر شے  
 انہیں کے وجود سے موجود ہے لیکن دن میں ہی ہر شے ایک دوسرے پر قادر ہے  
 یا بعض حالت میں عاجز ہیں دیکھو پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور آگ کے ذریعے سے پانی کو  
 جلا دیتے ہیں اسبطرح مٹی کو ہوا اوڑالے جاتی ہے اور ہوا مکانکے اندر با مقامات  
 غلبہ میں متغیر ہو جاتی ہے غرض کہ ہر شے تغیر پذیر ہے البتہ آفتاب عالم خلق میں ایسی  
 شے ہے جس سے ہر چیز فیضیاب ہے لیکن وہ بھی گہر کی حالت میں عاجز ہے معلوم  
 ہوتا ہے یا چھوٹا سا گڑا ابر کا اسکے تمام فیض کو روک دیتا ہے اسوقت اسکے علاوہ کوئی  
 مادہ محسوس ہوتا ہے نہ اسنے کوئی بڑی شے قادر ظاہر ہوتی ہے اور جب ہر چیز کی  
 ترکیب میں ہم انہیں اجزاء کو موجود پاتے ہیں تو یقین ہوتا ہے کہ ہر شے انہیں کی آمیزش  
 سے بنی ہوئی ہے۔ اب ان میں کس کو مقدم اور کس کو مؤخر کہنا چاہئے اور اگر یہ فرض کریں

کہ یہ چاروں چیزیں ایک ساتھ نہیں تو پہرہ معلوم کیا پڑنا ہے کہ اٹھانے والا کون ہے اور اگر یہ مان لیں کہ نہیں یہ چاروں شے قدیم ہیں تو سمجھ میں آئے ہیں کہ ایک نئے یادہ جب اعداد جمع کئے جاتے ہیں تو ان کے لئے کوئی ضرورت ہوتی ہے اور ضرورت فاعل کے منطبق ہے جو ارادہ اور ترتیب پر قادر ہونا چاہئے اور جب یہ ثابت ہے کہ ہر چیز بدون ان چار چیزوں کے موجود نہیں ہوتی اور پھر اکثر موقوفوں پر آفتاب کی جھلک اور مانتاب کی روشنی کی حاجت ہوتی ہے بعض حالتوں میں اگر ہوا میں تغیر نہ ہو تو انسان اور حیوانوں کی غذا کے اباب معدوم ہو جائیں اگر ہوا ہمیشہ کچھ اچھٹی ہے تو ہر شے خشک ہو کر رہ جائے یا بعض دفعہ ضرورت کی وقت پہلے کچھ اکے پڑا ہوا چلتی ہے تو کچھ پی پیب لائے اور پھر یہ بھی دیکھتے ہیں کہ پانی دفت پر برسنا ہے دونوں پر انہیں موافق ملتی ہیں مگر انسانی ارادہ اور اسکی خواہش پوری نہیں ہوتی پہر کوئی کلام بقا عدہ ہی نہیں معلوم ہوتا ہے دن رات صبح و شام اپنی اپنی کیفیت پر قائم ہیں چاند اور سورج اپنی خدمت پر مامور ہیں ستاروں کی تاثیریں تمام نباتات اور حیوانات اور انسانوں پر اوقات متعین پر موثر ہو رہی ہیں اور اس مضبوط قاعدہ سے کوئی چیز باہر نہیں جاسکتی اسکی اپنی معلومات کو ملاحظہ کیجئے کہ ہر شے کی کیفیت چکھنے سے سوچنے سے سننے سے باہر کہہ لئے ہیں اور جو دیکھتے ہیں وہ سب سے زیادہ یقین کا درجہ رکھتا ہے لیکن جو ہر کم ادماک سے باہر ہے اسکو بھی ڈھونڈ پنے میں مضطرب ستاروں کے اثر کو معلوم کر لیا گیا بعض نجومی بارمال اپنی موت کے وقت اور سب کو بھی مدبافت کر لئے ہیں مگر ان سب سے بچ سکتے ہیں نہ موت کے سامنے سے بھاگ سکتے ہیں اسوجہ کہ معلوم ہوتا ہے کہ جن اثبات کو ہم نے معلوم کر لیا وہ سب ایک ایک وقت میں پیدا ہوئے مگر جو ہماری سمجھ میں نہیں آتا یا جس پر ہمارا قابو نہیں چلتا وہ ضرور ایسی بڑی قوت ہے کہ جسے سب کو پیدا کیا ہے اور یہی یقین اور صرف اتنا ہی علم ہمارے لئے کافی ہے۔

مولانا محمد فاسم صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ تقرب دلیہ میں کہتے ہیں کہ جب ہم کسی مکان کو دیکھتے ہیں تو بنانے والے کو سمجھنے میں اتنا بڑا مکان کہ جس کو عالم کہے بے صانع کے نہیں ہو سکتا ہاں اگر اسکے احوال میں تفاوت نہ ہوتا اور عاجزی کے آثار اس میں نظر نہ پڑتے تو یوں بھی کہہ سکتے ہتے کہ جسے خدا کو سارا جہاں موجود یا الذات خود گنتے میں ایسے ہی عالم بھی اپنے آپ موجود ہے یہاں حطرت نظر ڈالنے میں خواری چکتی جس کو دیکھے مجبوری ثابت ہوتی ہے۔

بعض آدمی اس مجبوری کو دیکھ کر آپ کو مینصور خیال کرنے میں اور بعض پاس اب خالق بشد خود بن بیٹھتے ہیں پھر نہیں جاننے کہ تمام حرکت و سکون تقدر الہی سے ہیں لیکن خبر و شد کا کوئی اثر خالق کی ذات کو نہیں پہنچا کیونکہ اسکے لئے مساوات کی ضرورت کی کسی قسم کی باہم ضمیمیت ہو اور جو دونوں صورتوں سے جدا ہے وہ ہر قسم کے افعال کی تاثیرات سے ہی پاک ہے آفتاب کی شعا میں کثیف اور غلیظ اجزا پر بھی پڑتی ہیں مگر اونکا نور کمزور نہیں ہوتا بلکہ اشیا میں ایک لطافت پیدا کر دیتا ہے اس طرح خدا کا نور ہر چیز کی وجہ کا محیط ہے کسی چیز کی ادس کو بڑائی لازم نہیں آتی۔

مولانا ماسی رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ بنی آدم دو جزو مختلف الطبیعت سے مرکب ہیں ایک تو باطریق نیک کی جانب میلان ہے اور دوسرے ہی شاید اہل اسلام روح کہتے ہیں اور دوسرے کو باطریق بدی کی طرف رغبت ہے او سکون نفس کہتے ہیں انہی لہی ہم یوں کہتے ہیں کہ ان جزوں کے لئے دو صلیں بھی جدی جدی ہو گئی سو جس چیز کو نیک کی جانب رغبت ہو اسکی اصل طبعہ ملائکہ ہو بخلاف بدی کہتے ہیں کہ ان اس عفت کی نسبت سب کا ہی عفیہ ہے کہ انکو نیک سے مطلب نہیں بس سمجھ میں آتا ہے کہ جس شخص میں ادسکی اصل کے عنصر زیادہ ہوں او سکودیسے ہی مدد چھوٹتی ہے۔

تقریر مذکورہ بالا سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ کونسی وجہ ہے کہ سب باطنی خواہشیں اکثر

انسانوں پر غالب رہتی ہیں حالانکہ اون میں حضور صل ملائکہ سے بھی موجود ہیں اور  
 ایسی حالت میں کہ ملائکہ نوری اور لطیف تسلیم ہوئے ہیں اسکا سبب یہ معلوم ہوتا ہے  
 کہ کسی معمولی نعمت کا حصول اون مشیریں کلام و مددوں سے جو ہزار ہا لذات کا پیمانہ ہو  
 زیادہ تر عزیز ہو سکتا ہے مثلاً ایک عورت حینہ کی طرف جب طبیعت راغب ہوتی ہے تو اس  
 پہلے نفسانی خواہش ہر رگ میں اپنے جوش سے ایک لذت پیدا کرتی ہے جسکی وجہ سے  
 تمام قواسم جہانی اوسکی موید ہو جاتی ہیں با چند فاقون با اسی قسم کے شدید ضرورتوں  
 کے پورا کرنے کے لئے انسان چوری کرنا ہے روحی قوت بھی تباہ کتنی ہے کہ زنا اور چوری  
 کرنا اخلاق انسانی سے بعید ہے اسکی دلیل عقل کے ذریعہ سے صرف یہی پیش ہوتی ہے۔  
 کہ اگر نہ وہ دونوں کام بڑے نہیں ہیں تو چپا کے کبوں کرنے میں لیکن بصطرح نفسانی خواہشیں  
 آدمی کو بدست کر دیتی ہیں اور صطرح روحی قوت کسی نتیجہ کی تاثیر جسم پر پیدا نہیں کرتی اسکی  
 یہہ معنی ہیں کہ ایسی مخلوق میں لکونی صفات کم ہیں اور خبیثہ قوتیں زیادہ ہیں اور جن میں  
 لکونی اوصاف غالب ہیں اوسکی روح نافعہ نیچوں کی تاثیر کو بڑے ارادوں سے پہلے  
 دکھائی دیتی ہے اور وہ روحیں ہیں جو تہ مدنی بناوٹ کی وجہ سے بصطرح آئینہ آفتاب نور کو  
 زیادہ حاصل کرتا ہے اور بصطرح وہ ذات کسی نور سے زیادہ مستفیض ہوتی رہتی ہیں۔  
 ذات الہی کا نفع کسی شے میں حلول نہیں ہوتا بلکہ اوسکی تاثیر اعلیٰ صفت مخلوق  
 کی ہستی کو تائیم رکھتی ہے یا قواسم جہانی اوسکے ذریعہ سے جو قوت حاصل کرنے میں  
 ضروری حرکت کیا کرتے ہیں مگر ارادہ اور برائی بھلائی کی امتیاز جو غایت ہوتی ہے  
 ہر مجموعہ بنا رہی ہے اور امر و نہی کا تعین کہ کے عیب قسم کی مخلوق سے کام لے کر  
 خدائی کا اظہار منظور ٹھہر گیا ہے ورنہ یہ بھی کوئی بات ہے کہ ایک پہلے کسی سکین کو دیکھ  
 جنت خرید لو اور ایک طمانچہ بینیم کے مار کر جہنم نصیب بنجاؤ۔

مولانا نے ایک موقع پر مختصر بحث جنت و دوزخ کی بابت بھی لکھی ہے کہ ہر قسم کی

اشبار لذت دار ہوں پابے لذت ہوں لذت اور تکلیف دونوں ہی سے غبر میں تو اس صورت میں اونکے اجزاء کا شہ پرزہ بھی جدا جدا کر کے اپنی اپنی جا چھوٹا بن گئے مگر جبکہ یہ تقسیم راحت و رنج ہی اور منقسم بھی ویدی میں داخل ہے کہونکہ لذت بھلائی کے اقسام میں سے ہے اور رنج برائی کے تو اونکی اصل یہی وہ ہی دو قسم ہوں جیسا کہ مذکور ہے۔

مولانا کا اصل مقصد یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز کی اصل اور ہے اور فنا ہونے کے بعد ہر شے اپنی اصل میں لجاتی ہے جیسے شعلہ کا رخ ہمیشہ کرہ نار کی طرف ہوتا ہے اس طرح تمام عالم منطی عالم علوی سے کچھ مناسب یا نطق رکھتا ہے اور اس دلیل سے کہ سب کو لگا نہیں ہو سکتا جبکہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ آفتاب کے نور سے تمام زمین فہمنا ہے اور نباتات کا پتہ پتہ ستاروں کے اثر سے قائم ہے اسوجہ سے راحت و رنج کا بھی ضرور دم کر ہے اور جب احوال میں خبر و مشہ کی تاثیر میں ہیں تو اوسکے لئے جزا و سزا ہونا بھی خلاف قیاس ہے جبکہ دنیا میں ہی بچشم ظاہر ہر جسم کی سزا اور جیسے کاموں کا اچھا نتیجہ دیکھتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ پہلے اصول کے موافق یہاں کا جیسا خانہ دوزخ کا منصف قرار دیا جاوے۔

بعض حکماء و فضو ماہل منہد جیسے ہوئے ہیں کہ انسان اپنے اپنے اعمال کی سزا کسی جنم میں پانے رہتے ہیں اور اونکے نزدیک ادا گون ایک عرصہ سے قائم ہے لیکن اسپر کوئی قوی دلیل نہیں بیان کی جاتی بلکہ سب سے طہور معلوم ہوتا ہے کہ رنج و راحت کی امتیاز میں اور ادا کا ہر موقع ہے اور جب کسی جنم میں یہ قبضہ نہیں ہوتا کہ کسی شخص کو جب رنج و بیجا روئی سے کیا تکلیف ہوتی ہے بلکہ اوسکی ایک ہو جاتی ہے اور ہولی میں بڑے شوق و ذوق سے کو کو ذکر غرض بکا کرتے ہیں اگر اونکو یاد ہوتا کہ میں کس وقت ایسا شخص تھا کہ تمام دنیا پر حکمران تھا تو اوسکو یہ کہو دنیا کبھی بھلا معلوم ہوتا

بلکہ یہی اور اک ایسی تکلیف کا سبب ہو جاتا کہ نغزہ درگور رہتا اور سوخت بہہ بہنا موزوں تھا کہ پہلے جہم کے کرکوت ہلکتا رہا ہے اسکے علاوہ انسان کی مینا ناقص ہوتی جاتی ہے اور سو جہم کے کرکوت کی جب پیدا ہوتی ہے تو اسکے ساتھ نسب نامہ نہیں ہوتا اس لاطمی سے ممکن ہے کہ باپ بیٹی سے مشغول رہے لغو ذبا اللہ من ذلک بہہ بھی جاننے اور اتنا خیال کر دو کہ انسان کی جون سب سے زیادہ اشرف اور نعمت ہے بہر حال اس جن پر آدمی اچھے کرہوں کے درجہ سے پیدا ہو سکتا ہے پہر کیا درجہ ہے کہ سب ایک حالت کے ساتھ خوشحالی میں نظر نہیں آنے اور اگر کچھ کہا جائے کہ ان میں بغیر قربی اعمال پیدا ہونے میں تو کیا سبب ہے کہ ہم برہمنوں اور سادات کو بھی گدائی میں دیکھتے ہیں اور ایسے چار جنہوں نے پیدا ہو کر کوئی اچھا عمل نہیں کیا امیر کہلانے میں غرض کہ یہ عقیدہ تو ہر طرح پھرا اور مہل ہے خیر یہ بحث اتفاق سے میرے اصل مقصد کے خلاف چھڑ گئی اور سوچے اسکو پس تکلیف چھوڑ کر اصل مطلب کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ چونکہ میری اصلی غرض یہی ہے کہ خدا کا وعدہ لا شرک ہو نامہر چیر ثابت ہے اور اداسکی تمام مخلوق کا زیادہ تر اسی یقین پر اتفاق ہے کہ ہمارا کوئی خالق ہے اور ہم ضرور کسی کی مخلوق ہیں اسکے بعد ہکو رسالت | پھرتا ناباتنی ہے کہ ملاوہ قیاسات اور دلائل عقلی کے دوسرے

کو نئے طریقے سے ہکو ثابت ہوا کہ اس کا رخا نہ کا کوئی بنانے والا ہے جو ہر چیز پر قادر ہے اور جسکو ہم اپنی زبان میں خدا کہتے ہیں وہ یہ طریقہ ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے ایسا شخص بھیجا گیا جو درمیان اپنے اور خدا کی صرت ایک واسطہ رکھتا تھا جسکو ایک فوت الہامی یا روح قدسی یا جبریل الہی کہنا چاہئے جو بمقتضائے مشیت ابنودی تمام حایج ضروریہ کے رفع کرنے کی تدبیرات بنایا کرنے سے درجہ ایسا شخص جسکو کسی قسم کی مصلومات نہوتی ہو اور جو شہدوع عمر سے کسی حصار کے اندر نہ رہا کہتا جائے وہ نظر نہ تھا ہی زمین کیوں نہوا انسانی طرز معاشرت سے لاعلم ہی نظر آئے گا۔



کہ عالم ہزار خوبیوں سے آراستہ ہو چکا ہے اور ہر شخص کو بچائے خود پوری آزادی  
 حاصل ہے مگر اکثر دیہاتی آدمی ہزاروں چیزوں کے نام سے واقف نہیں ہیں اور  
 اونکی کیفیت کا علم تو بدرجہا خلافت قیاس ہے اسوجہ سے سب سے پہلے ایسا ہی  
 شخص بیجا گیا جو تعلیم خداوندی سے آراستہ ہونا رہا اور اسی ایک شخص کے ذریعہ  
 سے ہم تک خدا سے واسطہ کے احکام پہنچتے رہے جسے ہوا خلافت کی درستی کہلے  
 اعلیٰ درجہ کا سبق ملنا تھا یہی لوگ پیغمبر اور مرسل کہلائے گئے ہر حال ان مقدس نواں نے  
 بہت روز دنیا میں خلافت اور سلطنت کے دونوں کام انجام دئے مگر تاہم فطرت انسانی  
 بُرے اخلاق کی موجد ہوتی رہی اور انکے عقائد ایمانی بہانہ تک خراب ہوئے کہ خدا  
 کے وجود سے انکار کر کے انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کو بیچ کارہ سمجھ لیا اور نبوت کی امتیاز  
 دلیل اور شہادت معتبر میں قائم ہو گئی یہ حضرات قدرتی طور پر اعجاز اور کثمتوں سے بناؤ  
 گئے تھے صورت میں انسان تھے مگر انکے پاکیزہ نفوس نے انکے قاب کو بھی  
 اپنا سنا لیا تھا انکے بعض اعجاز مشہور ہیں جس طرح کہ داؤد علیہ السلام کے ہات میں  
 آہن موم ہونا اور موسیٰ علیہ السلام کا عصا سانپ بننا بارود نیل کے دو ٹکڑے عصا کی  
 ضرب سے ہو جانے کے علاوہ عیسیٰ علیہ السلام بے باپ پیدا ہوئے یحییٰ علیہ السلام  
 ایسی حالت میں پیدا ہوئے کہ انکے باپ اور مادر دونوں ناقابل مولود ہو چکے تھے  
 ان سب آخزمانہ میں ہمارے علاوہ انبیاء علیہم السلام بھی پیغمبروں میں مقیم و مکین بنائے گئے۔  
 چھوٹی سی عمر میں مگر متنازع کئے گئے تمام مخلوقات و موجودات پر اگر سچ پوچھو تو یہی ایک  
 معجزہ اونکی نبوت اور صداقت کے لئے مخلوق خدا کے لئے کافی تھا لیکن تاہم انکے  
 کی قطع حجت کے لئے نگرینوں کو گواہ کرنا اور ماہتاب کو انگشت شہادت کے اشارہ سے  
 شق کرنا پڑا۔ لیکن انکار اور اقرار بھی بُرائی اور بھلائی کی طرح جو قدرت کی مشیت  
 میں پہلے سے ہی تھا اسوجہ سے بہت سے نبوت کے اگر خایل ہونے تو اکثر انکار کرینا

بھی پیدا ہو گئے تھے لیکن اس وقت تک ہزاروں تضرعات سے دنیا ایسی حالت پر آگئی تھی اور ادنکے پاس ایسے اسباب ظاہر ہو چکے تھے کہ جنگی وجہ سے اپنی دینی و دنیوی ترقی آپ ہی کرنے کے لئے تیار تھے یہی وجہ حائل ہو گئی کہ جسے خداوندی حکمتوں کا تزلزل روک دیا اور انبیاء علیہم السلام کا تشریف لانا مسدود ہو گیا بلکہ خدا نے مخلوق کو ایک بڑے امتحان کے احاطہ میں چھوڑ دیا جو اصل مقصود تھا اب صرف عقل انسانی کے گھوڑے دوڑنے لگے اور ہر شخص حد ادراک تک دوڑ کر فنا ہوتا گیا مگر ہر شخص ایک جدید خلافت کا موجود قرار پانا رہا ہر حال جن لوگوں کے نفوس کی برکت سے دنیا آراستہ ہوئی انہیں سے سلسل اوقات پر دربانیت ہوا کیا کہ ہم کبھی ملک میں اور ہمارا بنانے والا ہمارے کاموں کو ہر وقت دیکھ رہا ہے اسلئے ہم پر فرض ہے کہ ہم اپنی عقل کے ذریعہ سے پابندی شرعیہ احکام الہی جو معتبر وسائل سے بھونچتی ہیں اپنی پیدائش کی ضرورت کو معلوم کرتے رہیں۔ اور ابام زندگی جو لمحہ لمحہ کم ہوئے جاتے ہیں اوکو ایک بڑی نعمت سمجھ کر انبگال نکریں۔

**قرآن پاک** | احکام الہی۔ زبور۔ توریت۔ انجیل میں جو مقدس کتابیں مشہور ہیں پہلی مخلوق تک بھونچتی ہیں ان میں ناہم نزوات میں اختلاف ہے ورنہ اصول یعنی خدا کی وحدت انبیاء علیہم السلام کی رسالت حقوق والدین ہمدردی ہمایول کو ایک ہی صورت سے بیان فرما رہے اور طریقہ نامکمل کے ساتھ ادنکے محافظیوں کہتے کہ معتقدات تک دنیا میں موجود ہیں انہیں کتابوں کے احکام بوضیح مناسب اور اکثر موجودہ ضرورتوں کے لحاظ سے ایک مجموعہ اخلاق دستور اہل انسانی نام قرآن شریعت نبی آخر الزماں کے واسطے ہے آخر زمان میں اور ترقی پائے محکوم ہاں تباہ دنیا چاہئے کہ قانون بادشاہ کی ضرورت اور اخلاق کے نتائج کا نام ہے اور بطرح انسانوں کی ترقی ہوئی اور انکا اخلاق باہدک مختلف ہو گیا دنیا کی آبادی حد وسط پر بھونچ چکی اسوجہ سے جو کچھ مثبت ایزدی میں تھا وہ سب ظاہر کر دیا گیا اور ہدایت الہی عام ضرورتوں کے لائی مکمل اس آخر ذریعہ سے ہم تک پہنچی

بھی دیکھئے کہ جو دوسروں کے اندھ بنے کوئی نبی ہوا خدا اور جو دستور اہل ہمارے  
 حوالہ کیا گیا وہ ابھی تک اسی عبارت اسی مضمون کے ساتھ ہمارے پاس موجود ہے  
 اور دنیا میں ایسی کوئی کتاب کسی مذہب اور ملت والوں کے پاس نہیں ہے اس مضمون  
 کتاب کے اصول یہ ہیں۔

اول۔ خدا وحدہ لاشرک اور واجب الوجود ہے اسکی ذات باصفات میں کوئی  
 شرکت کے لائق نہیں ہے وہ قدیم ہے اور قدیم ہوگا۔

دویم۔ انبیاء علیہم السلام انسانوں میں سے ہیں ہماری جنس کی رعایت سے ہم میں  
 خداوندی احکام کے پھونچانے کو شریعت لائے ہیں وہ سب سے افضل اور سپاک ہیں  
 سویم۔ حق بات ہی نایج ہر ردی سے آدمی کو انسان بنانے میں۔

چہارم۔ پاکیزگی سے اخلاق انسانی درست ہوتی ہے۔

پنجم۔ آدمی بندگی سے بندہ کہلاتا ہے۔

یہ پانچ اصول جو اوپر ظاہر کئے گئے بہت سے احکام کے ساتھ وابستہ ہیں جنکی تفصیل  
 خود کلام الہی اور حدیث نبوی میں موجود ہے مگر ان اصولوں پر نظر ڈالنے سے یہ کوئی تعجب  
 ہو چکا ہے کہ سب سے پہلے یہ پسندیدہ دستور کوئی انسانی دماغ ظاہر نہیں کر سکتا۔

**حدیث** | انبیاء علیہم السلام ہماری ہدایت اور تعلیم کے لئے شریعت لائے اور حکما ہر  
 قول اور حکما ہر اک عمل ہمارے لئے قانون اور ہدایت ہے مسلمانوں نے سب سچو عمدہ  
 کام کو کیا وہ یہ ہے کہ کلام الہی کو سینوں میں محفوظ رکھا جو اسوقت تک ہر قسم کی تحریف  
 سے پاک ہے اور اپنے نبی کے قول و فعل کو معتبر حقیقتوں کے ذریعہ سے اسلامی  
 تعلیم کا وسیلہ قرار دے لیا یہ حقیقتیں ایسی مکمل اور بنیاد ہیں کہ کسی ملت و مذہب میں  
 کسی دانشمند نے نونہ کے طور پر یہی کسی ایک مسئلہ کی بابت کوئی نظیر قائم نہیں کی اسکی  
 کائنات اسلام میں شریعت رکھا گیا اور ایک دوسری کیفیت جو سینہ بہ سینہ شافعی حقیقت

بھونچنی ہے اوسکو اصطلاح میں طرقت کہا جاتا ہے۔

**طرقت** | جو بلاشبہ الہام الہی اور نفوس مغربہ کی پاکیزگی کے حصول کا ایک سبب ہو جاتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ عشق کی سوزش انسان کو کمین سے کہیں بھونچا دیتی ہے اسکی تفصیل و تشریح میں رسالہ اسرار محمدی میں کچھ چکا ہوں یہاں اتنا ہی ظاہر کرنا کافی ہے کہ حضرات چشت قلب میں ایک شعلہ رکھتے ہیں کہ جب تک اپنی حد کو نہیں بھونچتا خرد نہیں ہوتا اور حضرات قادریہ کا بھی شعلہ بھڑکنا ہے لیکن انسان کو حد شریعت سے باہر نہیں لانے دیتا۔ یہی شعلہ نفوس قلندیہ میں جب بھڑکتا ہے تو آدمی بے اختیار ہو جاتا ہے۔ منزل سلوک میں پھونچ جائے یا دریاے جذب میں بہ جائے۔ یہی آتش عشق حضرات نقشبندیہ کے قلوب میں پنہاں ہے انہوں نے اسکو سنت نبوی کے برادہ میں جو منہل کی مثل ہے داب رکھا ہے اور ہیٹھ شوق کے بلور سے بھڑکانے میں اور اسی برادہ سے وہا بیتے ہیں اس سے زیادہ جو جانتے ہیں جانتے ہیں میں اس شعل میں میں برس کی مدت میں انک ناکام ہوں لیکن مذاق عشق بجائے دل کے کچھہ سخن میں آگیا اوسکو میں اس یادگار کے آخر میں نہر کا درج کرنا ہوں۔

## نظم عاشقانہ

پٹا ہوا ہے شوق میں ہر حرف ناز کا  
رنہ کسے نصیب ہے کوئے مجاز کا  
انسان آپ راز ہے ہر سوز و ساز کا  
ہر آئینہ میں عکس ہے آئینہ ساز کا  
ہم کو خیال ہے کسی گیسو و راز کا

کجا افتخار بج ہے شبوہ نیاز کا  
سیاح جانتے ہیں حقیقت کی کج مزہ  
اوسنے کو کوئی عجب چہپ کر نہیں کہا  
مصنعت میں ہے حقیقت صنعت گر غلام  
حور و قصور تمکو مبارک ہوں زاهد و

<p>اسان حصارو عٹا بنگے عمر دراز کا</p>	<p>بار حیات آپ ہی پسکے کا غنق مل</p>	
	<p>علوی کسی ارادہ پست و نہیں ہا بوچھونہ ہمسے حال ادس آشفہ کا</p>	<p>(۱)</p>
<p>مگر آنکھوں سے نوب کی نہاں تھا قبایں نو کسی گل کی نہاں تھا دگر نہ ہر جگہ اک لامکاں تھا وہ جولاں کاہ مرگ ناگہاں تھا تماشا ہے وہ نقش بی نشان تھا فضا کے ہاتھ میں تبر و کماں تھا خدا جانے وہ ہر جانی کہاں تھا جگہ میں کس طرح سوز نہاں تھا</p>	<p>ہراک گھر میں تراجلوہ عباں تھا ارے سہل خبر ہے تو کہاں تھا رہی نہ نظر تسکین دل کی جہاں خیمہ کیا اک ات ہمنے جسے کہنے میں ہم ہستی جہاں میں منگلہ ہم کہہ جاتے کہاں سے عدم سے جکی ہم کو جستجو تھی جلایا طور کو ایک ہی پست نے</p>	
	<p>نہ تھا عارف اگر علوی مسکین وے ہاں خاصہ صاحب دلاں تھا</p>	<p>(۲)</p>
<p>مرے دل میں ہے عکس کس کی سی کا نیکو نگاہ ناحۃ منہ سبکی کا لاہکو کوئی نہ موقع سنہی کا سبب ہم کو معلوم ہے ناخوشی کا</p>	<p>نظر آ رہا ہے ہمیں منہ کیکا میرے ساتھ ہے شوق ہر دم کیکا یہاں بدلے ہے رونے کا چرچا گہڑنے سے غمزہ ادا کر رہی ہے</p>	
	<p>بلاستے تھیں وہ بیت میں علوی کہ رونہ ہے آٹھوں پہراب اسیکا</p>	<p>(۳)</p>
<p>نہ کیا ایک پتہ میں نوشہ دست عامل کا نہ نہنا شعبہ بازی کہ نقش چو ایک عامل کا</p>	<p>سجایا خود نمائی ہر پردہ چشم غافل کا وجہ دشنے زمانہ میں تماشا گاہ عالم ہے</p>	

ترے شرف صحرا میں تیک جانے میں یو لپی مراتب پر دانا کے حصار سے باہر ہیں	پلٹ کے ایک ہی پردہ کے تو اپنے محل کا تعلق ہے سمندر سے ہمیشہ موج ساحل کا
(۴)	ہمارا خون بھانجی علمی زخمیاج شہادت ہو رہا ہے چشم بیل میں سراپا اسکے قاتل کا
عبادت اور ریاضت جو نتیجہ جیانی کا ادب سم الفتن نے دم آخر بتایا ہے حکومت ایک قدرت کی ہر دم فضل و حرکت ہے زبان میں لگی قدرت ہنسا و روستے بھانجی کی درسانی پہ جوتی ہر نادہی جوش و دعت میں کبھی گرا آپ کو دیکھیں تو پائیں لاری کی صفت اداسے لطف جان بخشی برائی جاں گرفتار جو کبھی غم مہربان ہو کر ہمارا دوسر کو ٹھوکر سے	فتنہ الفت میں پاتے ہیں سلیقہ کارسانی کا کے ظلمت کفر کی گہنا ہو شکوہ کج ادائی کا کھنچا ہے ہر غلہ نقتہ کی بادشاہی کا ازل سے آشیانہاں ہے ہر غلہ نقتہ کی ہر اکہ دیکھ لے آکر جو شکوہ خدا کی کا نہیکھا آفتاب ہنسے طلعہ خدائی کا کھینچ کر کوئی قابل ہو تہناری دلربائی کا یہ سہما ہے دل مسخر نتیجہ جیانی کا
(۵)	عجب حالت ہے علمی کی جات خند و زہ میں زہمت عشق بازی کی نہ دعویٰ پارسانی کا
لطف دنیا ہی چاہ میں دیکھا اے قندردہ طہ کا شعہ رنگ بیچوں و بیچگونی کا نہر جھوٹا ہوا نہیں پہرہ نا	اس سے زیادہ دنیاہ میں دیکھا سب نے تیری کلاہ میں دیکھا نہرے خال سیاہ میں دیکھا بہر کرشمہ بھی آہ میں دیکھا
(۶)	ہم لب گورنگ گئے علمی دوست کوئی نہ راہ میں دیکھا
اب لطف سے رہا ہے سنا زین تہارا	بیدار کر رہا ہے دیوانہ بین تہارا

<p>ہست نہیں ہے اتنی دریاں کچھ نہیں          بغیر خدا بنایا کس کس ایک دم میں          آؤ اگر یہاں تک آنکھوں میں دوں جگہ میں</p>	<p>کتنا ہے دور مجھ کو شامانہ پن تمہارا          کیا کام کر رہا ہے مردانہ پن تمہارا          کتاب رہیگا مجھے بیگانہ پن تمہارا</p>
(۷)	<p>جب عثانثہ میں علوی تھا دستگیر سانی          درہ گرا ہی دیتا ستانہ پن تمہارا</p>
<p>نصورا دیکھی صورت کا مری دلہن اور آیا          خموشی بار خاطر تھی مگر عادت تو اچھی تھی          نگاہ مست نے نبری کیا مجھ کو بھی دوانہ          ہوا ہر مست کیوں سانی کسے دیکھا ہی پایا میں</p>	<p>عجب پردہ سے جبرت میں ہا آخر مری گھر آیا          اکہی خیر اب لب تک فضاں اٹھڑ آیا          ندیکھی بنے آسانی نہ کچھ مشکل نظر آیا          مجھے بھی کچھ خبر دینا کہاں سو نو کہ ہر آیا</p>
(۸)	<p>جس یار نے مزدہ دیا ہے تو جوانی کا          مبارکباد اے علوی کہ اب دو دفتر آیا</p>
<p>مہ نظر ہے قتل سے دیوار دیکھنا          ملنے کی نیرے سیکڑوں نہ بیکر کر چکے          مشکل ہزار عشق میں آسان ہو گئیں          گردش میں ہیں عناصر رضی بقید عمر          مرنے کے وقت آنکھ کھلی رہی مبری          تار نیاز حسن، محبت کا ہے صلہ          نفاق منظر ہیں بہت نفع صور کے          مانا کہ آج جسہ علائق میں ہوں غریق          بہت دلدند کی تو ہوئی سیر سب تمام</p>	<p>شوخی شہید ناز کی اسے پار دیکھنا          باقی رہا ہے شوق کا معیار دیکھنا          مرنے کے بعد سہل ہے دشوار دیکھنا          لازم ہوا تعین معتمد ار دیکھنا          مہ نظر نہ تھا درد دیوار دیکھنا          انجام کار حسرت دیوار دیکھنا          ہے ادھو حشر میں نری رفتار دیکھنا          دد ہاتھ میں مجھے بھی کہی پار دیکھنا          باقی ہے چشم پوشی ستار دیکھنا</p>
(۹)	<p>سودا کا فول علوی مضطر کو ہے پسند</p>

جو کچھ خدا دکھائے وہ لاچار دیکھنا	
بہت دور ہے جسے پیارا ہمارا ہمیں پیار کرنا ہے پیارا ہمارا ہمیں دل کو کھو بیٹھے حضرت سلامت گھٹے جانے میں کیسے ایام سہنی	نہیں مہذب میں اب گنہا ہمارا بلندی پہ ہے کہا سارا ہمارا اب ہونا ہے ہر گھر میں چڑچا ہمارا کہا دلچاہے اب ہے سایا ہمارا
(۱۰)	بتائیں کے دوست علوی یہاں ہیں دین میں ہے اک سہارا ہمارا
نظم برائے مولود شریف حضرت مرکات علیہ السلام	
کرتے ہیں آج ذکر محمد کے نور کا آبگی جائے شمع تجلی کے کوہ طور آمد ہے قدسوں کی بھینٹوں پر زمیں مزدہ ہوا ہل رکو دہار کا ہے وقت مولود کی ہر بزم ولادت کا ذکر ہے کہتا ہر گوش ہوش میں بیاں بھینیں اک وہ سحر تھی جس میں کہ پیدا ہوئے حضور الفت میں یعنی نہیں ہے میں نا صفا خلوت میں آپ کہتے ہیں ہر وقت انہی الفت کا نام ہے مژدہ دل میں لگا ہوا ہے روح جینک کہ نوا سخ جسم میں دربارے مصیبت میں نوح ہر ماضی	صل علی کا شور ہے نغمہ طہور کا ہوا ہل بزم دور شراب طہور کا سایہ ہے تپہ رحمت رب غفور کا جاری دلوں میں ہونا ہر چشمہ سرور کا کھولو تو آنکھ دیکھ لو نور کا ہر نور کا شمس الضیاء خطاب ہر مطلع ہر نور کا اس رات میں ہر ذکر اذیکے ظہور کا اوتھا ہر دلی آنکھ سے پردہ شعور کا ہم بھی رہینگے نام ہمیشہ حضور کا انکار شون ہونا ہے عامل نقور کا کرتے رہینگے ذکر محمد کے نور کا الفت میں تیری پائے میں ہر اعور کا

سہارا ہمارا  
نہیں مہذب میں اب گنہا ہمارا  
بلندی پہ ہے کہا سارا ہمارا  
اب ہونا ہے ہر گھر میں چڑچا ہمارا  
کہا دلچاہے اب ہے سایا ہمارا



سند ہار میں بچھوڑ کر کیس ہوئی ہیں ہم	پکڑے ہوئے ہیں زور و زور دہن حضور کا
ہر شغل کو عصمت و محنت نصیب ہے	انکار فتن و دست ہر شاہ غیور کا
(۱۰)	ہے آرزو دینہ میں علوی یہ جاہکے حاضر ہے در پہ آپ کے بندہ حضور کا

کشتہ ناز داد اکو کب لا ہم سے چرخ فتنہ زاپچھے بنا ذات احمد ہے کرشمہ ذات کا عبدالرحمنو د میں کراستباز بخیر سے باخبر رہتے ہیں دور کبر باہے ہر دو عالم پر محیط برق عالم سوز کچھ ہم میں ہی ہے دنت آخر ہے نرے پیار کا	بیگیا پہلو ہی دشت کر بلا پہر کریں اب کجا زمانہ کا گلا ہے دو عالم کے لئے نور الہی کون کہتا ہے کہ انسان ہی خدا وہ نہیں ہوتے شریعت سے جدا ہستی عالم ہے اللہ ولا اب کہے دیتے ہیں سب کے بر ملا چارہ ساز ابرسر بالیں بیا
--	---

عشق میں ہو چمن علوی کس طرح ہست مارا گہ فتن و گہ لبنا	(۱۲)
---	------

بعض اشعار کے مطالب خام طبیعت نفس مطلب کے خلاف مشہور کر دیتے ہیں  
اور وہ زیادہ تر غلط فہمی کا نتیجہ ہے با فرض شوق جذبہ عشق میں کچھ کچھ سمجھا دینا ہے حافظ  
خلیل الرحمن صاحب کراچی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں - ۷

مین ذات احمد ظہور نمود نام خود احمد و محمد کر د

اسکے معنی یہ بیان کئے جاتے ہیں کہ جس نور کا نام احمد و محمد رکھا گیا وہ ہی نور عین ذات خدا

حالانکہ حضرت کا اصل مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذات احمد کا ظہور اسی نور سے ہوا ہے

جبکہ نام احمد و محمد رکھا گیا اور جو نور ظاہر ہوا بابت پر شمع ظاہر وہ ہی ہمارے لئے عین نور

کیونکہ صفت ذات سے جدا نہیں ہوا کرتی اور جبکہ وہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم یوں کہو کہہ  
 أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ تو پہر کسی شخص کو نادبل کا موقعہ ہی نہ ہا حقیقت  
 شناسوں کا مضمون اکثر انکے مفہوم میں ہوتا ہے وہ کسی وقت شریعت سے آپ کو  
 جدا نہیں کرتے اسلئے عوام کو لازم ہے کہ اس قسم کے ہر اک مضمون کو شریعت سے  
 مطابقت دیتے رہیں اور یقین کر لیں کہ خدا صفت انسانیت سے بالاتر ہے اسوجہ کا ادسکا  
 جسم میں آنا اور ہونا انسانی اوصاف اور ہر طرح کے مشاوں سے پاک ہے زیادہ تر اسوجہ  
 کہ غیر معلوم کیفیت کی تعریف بجز بیچون و بیچکوں کے کہہ نہیں ہو سکتی انہیں حضرت نے جنکا ذکر  
 اور ہوا دوسری جگہ فرمایا ہے عجلہ عالم قرار یافت ازاں ۛ در لباس بشہ خدا آمد۔  
 یہہ آمد جبکا ذکر شعر میں ہے یہ کیفیت حلول شے فرض نکرنا چاہئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ  
 انسان کے ظہور سے پہلے خدا کسی علم میں نہ تھا نہ علم غیر کا ظہور تھا لباس بشری میں  
 ادکی وحدت اور ادسکے وجود کا ظہور ہو رہا ہے کیونکہ انسان نے سمجھا کہ ہمارا ایک خالق  
 ہے جسے ادسکا واحد ہونا ثابت ہو گیا اور اسی سے وہ واجب الوجود ہی ثابت ہوا  
 اور اسی طریقہ میں لباس بشری میں ادکی آمد یہی معلوم ہوگی اور معنی شعر میں بھی کوئی  
 تکلف نہیں رہا یعنی چونکہ لباس بشری سے خدا کو اپنا وجود ثابت کرنا منظور تھا اسلئے  
 تمام عالم نے قرار پایا ہے ورنہ ہر شے لاشے کی حقیقت میں ہے۔

عارف موصوف نے اپنے دیوان میں خالق اور بندہ کا فناء جو ظاہر کیا ہے  
 اوس سے یہ امر ثابت ہے کہ ادکا یہی یہ خیال نہیں ہے کہ خالق و مخلوق میں کوئی جدائی  
 مابہ الامتیاز نہیں ہے نہ کوئی باخبر اہل عقل اسکو مان سکتا ہے۔

### اشعار

پس مٹائے عارفانِ خدا ہمیں بانہ ہمیں  
 ہم ز غیثمِ چنین ندا آمد

چند انکہ بالا مبروی ذات خدا برتر بود  
 عبد عبد است پس خداست خدا

کہ فی بالکمال شخص مختلف انجیاں نہیں ہوتا اور جو خدا اس قدر توضیح کے ساتھ خالق اور مخلوق کی امتیاز کو بیان فرما رہے ہیں وہ اشعار مذکورہ بالا کو ہمارے مطلب کے خلاف موزوں نہیں کہہ سکتے گو مسئلہ وجود و شہود ایک مدت سے زیر بحث ہے مگر ہمارے نزدیک صرف سمجھ کا ہیر پھیر ہے عاشق بنجو دہو کہ جو کہتے ہیں او نہیں کہنے دو وہ واضح میں یخ محبوب کے کہہ نہیں دیکھتے عام لوگوں کو عقل کی میزان میں ہر خیال کا وزن کر لینا چاہئے اور اسکے بعد یہی ثابت ہو گا۔ ۵

کہ بچپناں دل میں جزد دست ہر چہ منی بیاں کہ منظر اوست

ستم اندہ و زجرت ہے تماشائنگ مغلان کا تعلق ہے مسلسل بسکہ اشبار و د عالم میں اگر انسان کو اویسنے بنایا اپنی صورت پر بھلا یا تو کونیاں نے ازل کی رد بکاری کو پریشاں کی پریشانی پریشاں کر ہی دیتی ہو جیسے قم غور سے دیکھو نکل بے ہونے ہیں نہرو کی ضبط کی خوبی مدد فی انجیاری کی	کہ ہر فطرہ کو دعویٰ ہے سرخون شہداں کا پہنانا ہے سہیں ہر دم بھیندہ دم اسکاں کا نوبہ نقشبے تجھے تشبیہ کیا سرزداں کا بڑا الزام ہے انساں پر ذابہ عہد و پیاں کا تسلی بخش کو نکمر ہو لغور زلفت جاناں کا کہ خود بننا ہے آمینہ تحیر شکل حیراں کا سرمزگاں نہ نزدیک بجا کہی اس چشم گریاں کا
---	---

جباغی نور کو وحدت میں کثرت کو جباوں سے  
کھلا ہے سے سے سے علوی بھ عقدہ راز بہناں کا

(۱۳۶)

نخت جگر طوبی نے جن جن کو کہا ہے ضبط فغاں کا فکر یہی کرنا محال تھا دل میں ٹھیک و ضبط کی سمیت نہیں ہی انسان ازل سے فخر ملا ایک ہوا بٹلک جبرت نوبہ ہے ہر تسلی فراق میں	ایک فطرہ ہو سرمزگاں نہیں رہا اچھا ہوا کہ قابل حساں نہیں رہا جیسے کہ ذکر و عدہ پیاں نہیں رہا لیکن خودی میل نکلے انساں نہیں رہا زخموں میں سحر اکب ہی پیکان نہیں رہا
---	---

	مکھڑو کا ابن کوئی گجھاں نہیں رہا	زلفوں کا رخ ہوا اسی پس پشت ہو گیا	
	علوی مریض عین سینہ طبع کے کس طرح تکسین کا لواکب بھی سماں نہیں رہا	(۱۴)	
کھنجا جب ظلم میں نغفہ فقط اللہ کی مدد کا حقیقت میں جو خود سایہ تھا ایک ہی ر مجرود کا بچے کا حشر تک ڈھکا زمیں پر انبیا محمد کا ہماری ہی حقیقت میں اگر ہے نور احمد کا وہی پکڑے حشر میں فقط دامن محمد کا کہ شوق کو کہن ہے ایک لہ ڈاؤ کی سند کا زمین و آسمان میں شور تھا یاد کی آمد آمد کا کریں کیا شکر اسے دلبر نہار کو لطف بچہ کا	منور ہو گیا اک دم میں مطلع نور احمد کا وہ خود غما سا پہ اعلیٰ نہ غما سا پہی قد کا رہا لاکھوں برس غوغا فلک پر نور احمد کا یقین ہے عاشق ہم بھی دیکھیں غن کے پیار نہیں رہے جو عمر بھر زاہد گریاں چاک اُلفت میں میر و دل میں ہر وہ اُلفت بیت من ہو نشاط ان نباطین فرخ دنیا پر کلجہ تمام کر بیٹھے نہ بھولے سے کبھی منے خطا دار و ست نعت کی		
	بہی ہے آرزو دل کی مدینہ میرا سکن ہو غبار استانا ہوں نشان علوی کے مرقد کا	(۱۵)	
صل علی کی شان ہے حسن جمال تیرا کام آہنگا یہ کس دن زاہد کمال تیرا ناول سے پوچھتے ہیں نیاں حال تیرا میرے رقبہ تکمیں کچھ تو جلال تیرا	منظر ہے نمایاں سارا کمال تیرا اور جا غبار نکور پر کس کے گھر جا اسے دل کہ جڑی مائل ہم بخیر میں تجھے سوز و دل بھڑک جا حافظ ترا خلیہ ہے		
	مجنوں نے اپنے سر پر بارالم اوٹھایا کہنا ہے حشر برپا علوی ملاں تیرا	(۱۶)	
نوح کا ملہ خاں جس میں جا بجا سیلا تھا صبر نیابی میں اوسکو گوہر نایاب تھا	شوق کا دریا تو ہیکو ہر جگہ پایاب تھا ہجر میں کہیں تیرا بخیر و نجات تھا		

حسرت سوز جگر سے خشک غما میرا گلہ ایک شب تہی کہ خود تھا وہ کب کا منتظر	نالہ کیا اودھنا کہ سبتہ سی ہی سد باب تھا ایک شب وہ بچی کہ موسیٰ نے بھر جتا تھا
(۱۷)	کیا ہو جس اس علوی مضموم کی خوش بگیاں جسدا گلہ نہ ہر محفل احباب تھا
انسان لباس ہستی میں پردہ ہے راز کا میں اور ست پا ہے امکاں ہے ہم سفر	(۱۸) باغ عدم میں خوب کھلا گل سیار کا تو ایک نقش مست دل دور و دراز کا
تفاضا ہے نگاہوں پر ہماری چیم جہراں کا بہار حسن عیاں ہے رخ ماہوس انساں کا جنوں میں زندگی قائم ہو اپنی ایک حیرت سو صورت سوز الفت کی کج کشت نوا ریاں کو	تھنا حال غبوروں سے کبکے راز نہاں کا کہ اک گلہ نہ ہے عالم میں یہ سی طاق نہاں کا دگر نہ موت کے سر پر کد ہر دم پاؤں حماں کا سرخورد کا سا ہے خون گرم دہقان کا
(۱۹)	حجاب مینی علوی بنا ہے دونو عالم کا نگاہ جسم ہستی میں اثر ہے برق ناباں کا
ہاے فردوس سے مطرح میں باں نکلا موج زن بجز تعلق در امکاں پر ہا وسعت شوق ہوئی آپ ہر حیرت کا سبب جوش حسرت میں ہیں ناب نموشی نہ رہی عذر خواہی ہے حقیقت میں بہ آغوش کرم	قبس جگر سے پی نہ یوں بڑا سواں نکلا طاہر عرش نما اپنا پر افشاں نکلا دل میں ارمان جو آیا وہ پریشاں نکلا ہائے لب سے مرے کل ٹکڑا نہاں نکلا سخت مشکل جسے سمجھا وہ ہی آساں نکلا
(۲۰)	شوخی غفل سنے عیاں کو بڑا یا علوی اکہ قطرہ جسے سمجھا وہ ہی طوفاں نکلا
نیری الفت نے اثر اچھا کیا اے دل ناہاں شوق و مل میں	جسے بے صبری کو استغنا کیا خوب تو نے آپ کو رسوا کیا

آئے تو تم کس لئے اور کیا کیا عمر بھر چرچا نہ بھرا پست کیا چشمِ احوال سے میں کیا دیکھا کیا اس بھر دیکھنے ہی لا پر لڑا کیا راستہ ادسکا کہنان ڈھونڈا کیا کوئی پوچھے ہمنے آکر کیا کیا	کیا کیننگے گریبی پریش ہوئی دفن کر کے ایسے بھولے دست ہی خود غلط بودا بچہ دیدم ماجرا ہے سرور بادۂ کائنات قنطوا اپنے گھر میں منزل مقصود نہی عمر ساری دفن حرام ہو گئی
(۲۱)	
موت کا ڈنکاستہ اینجا رہا اس پہ علوی رات و دن سو با کیا	
ٹھکانا نہ تھا آسناں بگیا کہہ بنے کو اب لامکاں بگیا تقس دیکھ جو بے زباں بگیا یہ رہنا مہرچہ بیاں بگیا وہ ہی چٹکے پچکے نقاں بگیا مزار غریباں کہیں بگیا	یہ سر آج زیب سناں بگیا نہ میا د کا کچھ رہا رنج و غم خدا سے ڈرو یہ تو تخت نہیں ہوئی ادنیٰ وشت مری آشکار الم کچھ دنوں جو چپائے رکھا بوا پر اوڑا کے سدا خاک گور
(۲۲)	
خدا جانے علوی ہوا کیا سبب کہ دشمن ہر اک مہربان بگیا	
حرم کو چہرہ مسخا نہ میں رہنا خط اندازہ پیا نہ میں رہنا بھلا کیوں کوئی غمنا نہ میں رہنا تو سوز شمع پر دانا نہ میں رہنا تو ذوالقرنین دیرانا نہ میں رہنا	خدا کی شان ہے در نہ نہیں میں بھرا با زخم دل کس آرزو میں تنہا دل میں کیا ہوتی ہمارے اگر موسیٰ بھی کچھ برداشت کرتے آل اندیش خاطر عام ہوتی

<p>اگر وحشت سرور افزا نہوتی نو علوی آن کے معجزات میں رہنا</p>	<p>(۲۲)</p>
<p>ملکی زمیں پہ ہیں یہ بنئے دوش نقش پا دہ دہ کہاں نصیب کہ آنے ہو سیری گھر پا پوسی حیب کا اچھا ملا یہ طرز بارب زمین کعبہ اقدس پہ کون تھا</p>	<p>مبتی ہے آگہ شوق میں سر پوش نقش پا ہے باہگار شکل فراموش نقش پا ہم خاک جگے ہونے میں آغوش نقش پا کہتے ہیں سر حباب خاموش نقش پا</p>
<p>علوی عبت پڑے ہو ذواب و عذاب میں بخشاؤ غم کیسے ہم آغوش نقش پا</p>	<p>(۲۳)</p>
<p>ادڑا بجا سنے کی ہکو صبا کیا دم نزع ہوا معلوم ہکو نہیں منظور گر جملہ دکھانا نرے پیار میں طالب اہل کے دل صد چاک پر مرہم رکھا کیوں سنوں کیا حضرت نامح کی باتیں</p>	<p>غبار منتشر میں اب رہا کیا کہ کیا منظور تھا پہنے کیا کیا جواب لن ترانی میں جا کیا اگر اچھے ہوئے اچھا ہوا کیا تھکت بچنے جاں کی دوا کیا ہماری جاں گئی ادھکا گیا کیا</p>
<p>بھلا تعمیر کیا علوی کی اس میں آل کار کچھ سوچا ہوا کیا</p>	<p>(۲۵)</p>
<p>جلوہ ہر میرے دلیس محمد خطاب کا ناکامیوں میں تھا مرا عالم شباب کا ہر دلیس تو نہیں ہر توہر پیکوں کی تو مضطر کی بات اب یہی وجہ نہیں ہو کیا پوچھنے ہو گریہ بے سود کا سبب</p>	<p>رحمت آب شائع روز حساب کا پیری میں خوف ہے مجھ روز حساب کا رخ پر نقاب کیسے لئے بے حجاب کا کرتے میں آپ سے ہی تو شکوہ خراب کا ہو گا یہی تو حشر میں جلد جواب کا</p>

خطرہ خدا شہر سے غلوی نہیں ہیں داسن ہے ہاتھ میں کئی حرکت کا		(۲۶)
ہر وہاں زخم سے جب کھن جو سیکار تھا ورنہ بکنے کو تو پوست ہی سر بازار تھا جب یہاں شربت دیدار بھی سیکار تھا نالہ دل تھا مرا یا سا زمو سیکار تھا	رقص بس دیکھنا قاتل کو کیا دشوار تھا اک ہوسہ کی عوض چپکے سے جان بزم میں ہم اب خنجر نشہ الفت کو دکھلانے لگی نغمہ ہونے کیار و زازل مست السنت	
پھونچ جاتا کوہ مقصود تک غلوی گریہ عشق کی منزل میں ہائل قلام ذ خا ہفت		(۲۷)
نہاں جو صورت مجھ ایک میں چکا دسکا غوغا ہر تھا دہاں بھی مٹی کا آئیناں جو یہاں ہی مشغول تھا کوئی ہمارا نہ ہم کیسے اتنی کیسے دیار میں تھا میں نہ ناہوں نہ ہی سنی یہاں تو گل کبھی خام تھا	جیا لگا دھت کی تنگ میں تھی نذر آباد کا دارمضا رہا ہوں دہت میں جان میں کی بچھڑی چل چنگو حاکم کرتی ہیں سب کے دبا کے مٹی میں بھو نہ تھا نہ روشنی تو سرہانے اپنے ننگوں بد بھو سازوں کو	
پلڑے کھینچا تھانے آکر نہ کی حمایت کیسے دکھلا کہ تو اسبروں کبساتھ غلوی اسی گمان پر خزاں میں تھا		(۲۸)
بھلا خاک ہر یہاں گذارا کیسا کہ باقی نہیں اب سہارا کیسا کہ احساں نہیں ہو گوارا کیسا جدا ہونہ پیار سے دیوارا کیسا	جہاں میں نہیں کوئی پیارا کیسا نہرے در پہ آیا ہوں افتدہ خاطر نہیں چارہ سازی کرد و دول کی اکہی عذاب جہنم ہے آساں	
نہ مانا کیسا کہاٹنے غلوی لے خاک میں کیا بگاڑا کیسا		(۲۹)
جسکا عروج آپ نزول درود تھا	کچھ اس میں دعا ہے کہ بود و نبود تھا	



زینت شمار طرز عشق ہوا دہی داغ بگر بند نے دلبس بھی کی جگہ منبط فضاں کی مشق میں جانا ہوا اثر	جو لفظ شوق کن میں لباس جو دغا ا ر تیل بھی بگوشہ چشم خود دغا نالوں میں بھی جیت اُتی تو اُنہوں نے تھا
(۳۰)	علوی مذاق حرص طبیعت پسند ہے ورنہ بجز خضر زماں تھا نہ سود تھا
ہستی ما بود گلزار ارم درالم پہناں است سر عاشقی بہر کار سے درازل بخشیدہ اند حرص در علم اگر دامن کشد	دیدہ باید ہر گل شاداب را صبر کے خواہم دل قیاب را انگس حسرت دیدہ بیخواب را دیدہ باید حسرت احباب را
(۳۱)	نو غلام احمدی علوی مترس حق بخشیدہ سگ اصحاب را
دیگر نہیں میں ہم کسی تقریر کا جواب کہا ہوا اگر نہیں مٹا تو کیا ہوا کہتے ہو کس خیال کو بیش تیغ کو ہاؤں کو لطف تیغ کشیدن نہیں ملا بے صبرانہ بے سزاوار قتل تھا	عذ گناہ ہوتا ہے نفیر کا جواب ہو غوی صبر شوخی تقدیر کا جواب تری جیس پہ ہے تری شمشیر کا جواب سایہ ہی ہو گیا تری شمشیر کا جواب دنیا پڑے گا گلو پہی ناخیر کا جواب
(۳۲)	علوی نہیں ہو کچھ میں ہیں کچھ اب ہمیری کوئی نہ کچھ سکا غزل میر کا جواب
عذابک شد بدگوار خطاب زمیں پر اوس بطور چلنے میں ہم دم نزع کس کس کو یاد کرتے	نہاری آواہ ہے ہر اک لا جواب کہہتا ہے پانی پہ جیسے جاب نہ اپنا بڑا ہوا اپنا شاب

<p>گئے و حشر میں یکے کے ساتھ زلزلہ مصیبت نوالفت میں ہر طور ہے اگر عام ٹھیری کرم گسری خطائیں مجھے خود ہی تسلیم ہیں زمانہ کے بزرگ یوں کھل گئے میت کے پابند مجبور ہیں</p>	<p>سو میں نہ تھا جی دو قطرہ آب جراتی گر ہے خالہ عذاب تو بیکار سب ہے سوال جواب تو پہر کیلئے ہے یزداد حساب کہ ایک چچو دوغ است یک چچو آب خدا کرا کر کسی پر عذاب</p>
(۳۳)	<p>کہ دابو بندہ لازمی حضور کہ ہے برے علوی کی مٹی خراب</p>
<p>نشاط جوانی نہ رشتا نہ بختے تو ہر سہل دشوار ہے ہوا خاک آخر لباس وجود رہی اسلئے محب کو آسودگی بہت کچھ صلہ حشر میں پائینگے</p>	<p>بچہ ہے ایک دن اور وہی اکبات اگر بخت سے تو نہیں کوئی بات ہماری ہی ایک مٹی کا سنات کہ تھا مہرباں ایک ٹالی صفات جو ٹھیری محبت میں تیری نجات</p>
(۳۴)	<p>بہت دور علوی خبر یہ ملی کہ ہر رشتہ قرب تھا واپس آت</p>
<p>اے مرفیق عشق بڑا کیا علاج چوڑو دوزب مجھ کو میرے حال پر تندرستی عشق میں ہوتی نہیں سوزش داغ جگر بڑھتی رہی</p>	<p>موت بھی آتی نہیں جو تھا علاج چارہ گر ہے اب بھی اچھا علاج پہر شکایت ہے ساسو لا علاج جینا کب سمئے کیا اپنا علاج</p>
(۳۵)	<p>وہ طیب درد دل کا ہے مریض پھر کرے علوی بھلا کسا علاج</p>

۴  
وہاں سے  
غافل ہو کر  
۵  
آپ کی بات  
نہیں سمجھتا  
۶  
خدا کا نام  
۷  
میں سے

<p>ازل سے ہی نور الہدیٰ ہے محمدؐ وہ ظاہر میں بیشک ہے بندہ خدا کا رکھا نام احمد سے محمود بنے ظہور نبوت ہے شانِ خدائی دوئی میں بصیرت کی وحدت کو دکھایا سزا دار صلِ ملیٰ لا ز ظہور وہ صورت کہ قدسی ہی شیا میں ہے</p>	<p>کہ وائیں دشمن اسے بے محمدؐ حقیقت میں وصفِ خدا ہے محمدؐ وہ ہی جاننا ہے کہ کہا ہے محمدؐ کہ منظر کی ساری بنا ہے محمدؐ تقرب کو سمجھے خدا ہے محمدؐ ہمارے لئے حقِ نما ہے محمدؐ زمین پر عجب دلربا ہے محمدؐ</p>
<p>(۲۶)</p>	<p>عقیدہ ہے علوی سدا سے ہمارا خدا ہی سے بیشک جا ہے محمدؐ</p>
<p>حضرت سب مذاقِ بدایونی جو بدایوں میں ایک عارف مشہور تھے اپنے یوں میں حضورِ کریم سرود کائنات کی تعریفِ اس طرح پر فرماتے ہیں۔ یعنی خدا ہی سرا ہا گیا ہے محمدؐ خدا ہے خدا ہے محمدؐ نہ وجودی شہودی میں وحدت میں جبراً۔ ہے اللہ موجود یا ہے محمدؐ۔ غور کرنے سے داغ میں کوئی ایسی تاویل بھی نہیں پیداہونی جس سے مضمونِ شعر کو حدِ شریعت میں داخل کر لیا جائے بجز اسکے کہ عشاق کو شوقِ جالِ بار کی محبت دوسرے خیالِ کبیرت جانی ہی نہیں دیتی بس ایسے حضرات کے کلام کی جہاں کرنا عام لوگوں کو مناسب نہیں ہے بلکہ جانتک ممکن ہو اپنی حالت کو پیشِ نظر رکھے یا احاطہ شریعت سے باہر نہ ہو کہ ہر کلامِ نظم یا نثر ایک ایسی یادگار ہے کہ مرنے کے بعد بھی اد اسکے شائقِ فیضیاب ہوئے ہیں ایسی یادگاروں کو بھونٹے مضامین اور بیفائدہ مبالغوں سے منقش نہیں کرنا چاہئے۔</p>	
<p>رگ بسبِ بخلیدن اثر کرد فزدوں گردِ عشوقِ جاننازاں</p>	<p>فغان بے اثر با ما چہا کرد جفا سے یار ہم کار و خاکر د</p>

<p>تفائل خوں پہا سے مدعا شد نمی بیند ز راه ناز مارا قبا سے گل سحر صد چاک دیدم بر شاخ گل نوا سبھی لبس</p>	<p>چہ شکر شوق ماروئے پاکو زہے قیمت کدو باسن ادا کرد عدالت در چین باد صبا کرد مراد در عشق خواباں مبتلا کرد</p>
(۳۷)	<p>چہ باشت گر قریب ما پیست کہ علوی برد جہاں فضا کرد</p>
<p>عجب دماغ جگر دارم کہ ہر دم ہمدم جاں سود شلی گرننداری بکار عشق مفتول شو</p>	<p>ز حال ما چو پرسی کہ مغز استخوان سود کہ شعور ہوئے سنا ز غم ہر دو جہاں سود</p>
(۳۸)	<p>اگر ایماں ہی خواہی بس آتش پرستی کن و چو دشن در چہاں علوی لباسین آں سود</p>
<p>موج بقا نہیں کہی محرقا سے دور عمرش دراز باد کہ خائے ستم نہیں ہر اک صفت ظہور کے پردہ میں ہے تنہاں زربت ہو تو تیغ ستم کس گلے پہ ہو گیو دراز میں بڑی چاہ ذوق تلک مرنے میں کشتہ تیغ خفا سے بار اجزائے فشر ہیں نقطہ تیغ و تاب میں</p>	<p>کرئی نہیں ہے موت کب کو خفا سے دور کوئی ادا نہیں بڑی خود وفا سے دور سے زینت عروس کی ہر برگ خفا سے دور مٹنگل ہر اک عشق میں دیہی بلا سے دور مار سیاہ رہنے میں غار حرا سے دور بے دھار ادکی ہوج فنا و بفا سے دور لاشہ بھی اوڑھتا ہے دکنی جاس سے دور</p>
(۳۹)	<p>علوی کہ ہے مدینہ اقدس بجاؤ خلد بارب تر کہ او سے در خیلوری کو دور</p>
<p>طیلس اگر جہاں میں جانیں بھی صد ہزار حیرت نگاہ شوق میں حسرت سے بھر گئی</p>	<p>قرباں سچی بہ کرنے مری جاں بار بار بسمل نے آنکھ کھول کر دیکھا جو سوئے بار</p>

بھانسن گناہ بیز بوم و دکن: لے بالی لکھنؤ، جال کشتیں دکن، ذکر در دکن، گریس ہاں ملک ملک کہہ ستم ۱۲

۱۰۰  
۱۰۱  
۱۰۲  
۱۰۳  
۱۰۴  
۱۰۵  
۱۰۶  
۱۰۷  
۱۰۸  
۱۰۹  
۱۱۰  
۱۱۱  
۱۱۲  
۱۱۳  
۱۱۴  
۱۱۵  
۱۱۶  
۱۱۷  
۱۱۸  
۱۱۹  
۱۲۰  
۱۲۱  
۱۲۲  
۱۲۳  
۱۲۴  
۱۲۵  
۱۲۶  
۱۲۷  
۱۲۸  
۱۲۹  
۱۳۰  
۱۳۱  
۱۳۲  
۱۳۳  
۱۳۴  
۱۳۵  
۱۳۶  
۱۳۷  
۱۳۸  
۱۳۹  
۱۴۰  
۱۴۱  
۱۴۲  
۱۴۳  
۱۴۴  
۱۴۵  
۱۴۶  
۱۴۷  
۱۴۸  
۱۴۹  
۱۵۰  
۱۵۱  
۱۵۲  
۱۵۳  
۱۵۴  
۱۵۵  
۱۵۶  
۱۵۷  
۱۵۸  
۱۵۹  
۱۶۰  
۱۶۱  
۱۶۲  
۱۶۳  
۱۶۴  
۱۶۵  
۱۶۶  
۱۶۷  
۱۶۸  
۱۶۹  
۱۷۰  
۱۷۱  
۱۷۲  
۱۷۳  
۱۷۴  
۱۷۵  
۱۷۶  
۱۷۷  
۱۷۸  
۱۷۹  
۱۸۰  
۱۸۱  
۱۸۲  
۱۸۳  
۱۸۴  
۱۸۵  
۱۸۶  
۱۸۷  
۱۸۸  
۱۸۹  
۱۹۰  
۱۹۱  
۱۹۲  
۱۹۳  
۱۹۴  
۱۹۵  
۱۹۶  
۱۹۷  
۱۹۸  
۱۹۹  
۲۰۰  
۲۰۱  
۲۰۲  
۲۰۳  
۲۰۴  
۲۰۵  
۲۰۶  
۲۰۷  
۲۰۸  
۲۰۹  
۲۱۰  
۲۱۱  
۲۱۲  
۲۱۳  
۲۱۴  
۲۱۵  
۲۱۶  
۲۱۷  
۲۱۸  
۲۱۹  
۲۲۰  
۲۲۱  
۲۲۲  
۲۲۳  
۲۲۴  
۲۲۵  
۲۲۶  
۲۲۷  
۲۲۸  
۲۲۹  
۲۳۰  
۲۳۱  
۲۳۲  
۲۳۳  
۲۳۴  
۲۳۵  
۲۳۶  
۲۳۷  
۲۳۸  
۲۳۹  
۲۴۰  
۲۴۱  
۲۴۲  
۲۴۳  
۲۴۴  
۲۴۵  
۲۴۶  
۲۴۷  
۲۴۸  
۲۴۹  
۲۵۰  
۲۵۱  
۲۵۲  
۲۵۳  
۲۵۴  
۲۵۵  
۲۵۶  
۲۵۷  
۲۵۸  
۲۵۹  
۲۶۰  
۲۶۱  
۲۶۲  
۲۶۳  
۲۶۴  
۲۶۵  
۲۶۶  
۲۶۷  
۲۶۸  
۲۶۹  
۲۷۰  
۲۷۱  
۲۷۲  
۲۷۳  
۲۷۴  
۲۷۵  
۲۷۶  
۲۷۷  
۲۷۸  
۲۷۹  
۲۸۰  
۲۸۱  
۲۸۲  
۲۸۳  
۲۸۴  
۲۸۵  
۲۸۶  
۲۸۷  
۲۸۸  
۲۸۹  
۲۹۰  
۲۹۱  
۲۹۲  
۲۹۳  
۲۹۴  
۲۹۵  
۲۹۶  
۲۹۷  
۲۹۸  
۲۹۹  
۳۰۰  
۳۰۱  
۳۰۲  
۳۰۳  
۳۰۴  
۳۰۵  
۳۰۶  
۳۰۷  
۳۰۸  
۳۰۹  
۳۱۰  
۳۱۱  
۳۱۲  
۳۱۳  
۳۱۴  
۳۱۵  
۳۱۶  
۳۱۷  
۳۱۸  
۳۱۹  
۳۲۰  
۳۲۱  
۳۲۲  
۳۲۳  
۳۲۴  
۳۲۵  
۳۲۶  
۳۲۷  
۳۲۸  
۳۲۹  
۳۳۰  
۳۳۱  
۳۳۲  
۳۳۳  
۳۳۴  
۳۳۵  
۳۳۶  
۳۳۷  
۳۳۸  
۳۳۹  
۳۴۰  
۳۴۱  
۳۴۲  
۳۴۳  
۳۴۴  
۳۴۵  
۳۴۶  
۳۴۷  
۳۴۸  
۳۴۹  
۳۵۰  
۳۵۱  
۳۵۲  
۳۵۳  
۳۵۴  
۳۵۵  
۳۵۶  
۳۵۷  
۳۵۸  
۳۵۹  
۳۶۰  
۳۶۱  
۳۶۲  
۳۶۳  
۳۶۴  
۳۶۵  
۳۶۶  
۳۶۷  
۳۶۸  
۳۶۹  
۳۷۰  
۳۷۱  
۳۷۲  
۳۷۳  
۳۷۴  
۳۷۵  
۳۷۶  
۳۷۷  
۳۷۸  
۳۷۹  
۳۸۰  
۳۸۱  
۳۸۲  
۳۸۳  
۳۸۴  
۳۸۵  
۳۸۶  
۳۸۷  
۳۸۸  
۳۸۹  
۳۹۰  
۳۹۱  
۳۹۲  
۳۹۳  
۳۹۴  
۳۹۵  
۳۹۶  
۳۹۷  
۳۹۸  
۳۹۹  
۴۰۰  
۴۰۱  
۴۰۲  
۴۰۳  
۴۰۴  
۴۰۵  
۴۰۶  
۴۰۷  
۴۰۸  
۴۰۹  
۴۱۰  
۴۱۱  
۴۱۲  
۴۱۳  
۴۱۴  
۴۱۵  
۴۱۶  
۴۱۷  
۴۱۸  
۴۱۹  
۴۲۰  
۴۲۱  
۴۲۲  
۴۲۳  
۴۲۴  
۴۲۵  
۴۲۶  
۴۲۷  
۴۲۸  
۴۲۹  
۴۳۰  
۴۳۱  
۴۳۲  
۴۳۳  
۴۳۴  
۴۳۵  
۴۳۶  
۴۳۷  
۴۳۸  
۴۳۹  
۴۴۰  
۴۴۱  
۴۴۲  
۴۴۳  
۴۴۴  
۴۴۵  
۴۴۶  
۴۴۷  
۴۴۸  
۴۴۹  
۴۵۰  
۴۵۱  
۴۵۲  
۴۵۳  
۴۵۴  
۴۵۵  
۴۵۶  
۴۵۷  
۴۵۸  
۴۵۹  
۴۶۰  
۴۶۱  
۴۶۲  
۴۶۳  
۴۶۴  
۴۶۵  
۴۶۶  
۴۶۷  
۴۶۸  
۴۶۹  
۴۷۰  
۴۷۱  
۴۷۲  
۴۷۳  
۴۷۴  
۴۷۵  
۴۷۶  
۴۷۷  
۴۷۸  
۴۷۹  
۴۸۰  
۴۸۱  
۴۸۲  
۴۸۳  
۴۸۴  
۴۸۵  
۴۸۶  
۴۸۷  
۴۸۸  
۴۸۹  
۴۹۰  
۴۹۱  
۴۹۲  
۴۹۳  
۴۹۴  
۴۹۵  
۴۹۶  
۴۹۷  
۴۹۸  
۴۹۹  
۵۰۰  
۵۰۱  
۵۰۲  
۵۰۳  
۵۰۴  
۵۰۵  
۵۰۶  
۵۰۷  
۵۰۸  
۵۰۹  
۵۱۰  
۵۱۱  
۵۱۲  
۵۱۳  
۵۱۴  
۵۱۵  
۵۱۶  
۵۱۷  
۵۱۸  
۵۱۹  
۵۲۰  
۵۲۱  
۵۲۲  
۵۲۳  
۵۲۴  
۵۲۵  
۵۲۶  
۵۲۷  
۵۲۸  
۵۲۹  
۵۳۰  
۵۳۱  
۵۳۲  
۵۳۳  
۵۳۴  
۵۳۵  
۵۳۶  
۵۳۷  
۵۳۸  
۵۳۹  
۵۴۰  
۵۴۱  
۵۴۲  
۵۴۳  
۵۴۴  
۵۴۵  
۵۴۶  
۵۴۷  
۵۴۸  
۵۴۹  
۵۵۰  
۵۵۱  
۵۵۲  
۵۵۳  
۵۵۴  
۵۵۵  
۵۵۶  
۵۵۷  
۵۵۸  
۵۵۹  
۵۶۰  
۵۶۱  
۵۶۲  
۵۶۳  
۵۶۴  
۵۶۵  
۵۶۶  
۵۶۷  
۵۶۸  
۵۶۹  
۵۷۰  
۵۷۱  
۵۷۲  
۵۷۳  
۵۷۴  
۵۷۵  
۵۷۶  
۵۷۷  
۵۷۸  
۵۷۹  
۵۸۰  
۵۸۱  
۵۸۲  
۵۸۳  
۵۸۴  
۵۸۵  
۵۸۶  
۵۸۷  
۵۸۸  
۵۸۹  
۵۹۰  
۵۹۱  
۵۹۲  
۵۹۳  
۵۹۴  
۵۹۵  
۵۹۶  
۵۹۷  
۵۹۸  
۵۹۹  
۶۰۰  
۶۰۱  
۶۰۲  
۶۰۳  
۶۰۴  
۶۰۵  
۶۰۶  
۶۰۷  
۶۰۸  
۶۰۹  
۶۱۰  
۶۱۱  
۶۱۲  
۶۱۳  
۶۱۴  
۶۱۵  
۶۱۶  
۶۱۷  
۶۱۸  
۶۱۹  
۶۲۰  
۶۲۱  
۶۲۲  
۶۲۳  
۶۲۴  
۶۲۵  
۶۲۶  
۶۲۷  
۶۲۸  
۶۲۹  
۶۳۰  
۶۳۱  
۶۳۲  
۶۳۳  
۶۳۴  
۶۳۵  
۶۳۶  
۶۳۷  
۶۳۸  
۶۳۹  
۶۴۰  
۶۴۱  
۶۴۲  
۶۴۳  
۶۴۴  
۶۴۵  
۶۴۶  
۶۴۷  
۶۴۸  
۶۴۹  
۶۵۰  
۶۵۱  
۶۵۲  
۶۵۳  
۶۵۴  
۶۵۵  
۶۵۶  
۶۵۷  
۶۵۸  
۶۵۹  
۶۶۰  
۶۶۱  
۶۶۲  
۶۶۳  
۶۶۴  
۶۶۵  
۶۶۶  
۶۶۷  
۶۶۸  
۶۶۹  
۶۷۰  
۶۷۱  
۶۷۲  
۶۷۳  
۶۷۴  
۶۷۵  
۶۷۶  
۶۷۷  
۶۷۸  
۶۷۹  
۶۸۰  
۶۸۱  
۶۸۲  
۶۸۳  
۶۸۴  
۶۸۵  
۶۸۶  
۶۸۷  
۶۸۸  
۶۸۹  
۶۹۰  
۶۹۱  
۶۹۲  
۶۹۳  
۶۹۴  
۶۹۵  
۶۹۶  
۶۹۷  
۶۹۸  
۶۹۹  
۷۰۰  
۷۰۱  
۷۰۲  
۷۰۳  
۷۰۴  
۷۰۵  
۷۰۶  
۷۰۷  
۷۰۸  
۷۰۹  
۷۱۰  
۷۱۱  
۷۱۲  
۷۱۳  
۷۱۴  
۷۱۵  
۷۱۶  
۷۱۷  
۷۱۸  
۷۱۹  
۷۲۰  
۷۲۱  
۷۲۲  
۷۲۳  
۷۲۴  
۷۲۵  
۷۲۶  
۷۲۷  
۷۲۸  
۷۲۹  
۷۳۰  
۷۳۱  
۷۳۲  
۷۳۳  
۷۳۴  
۷۳۵  
۷۳۶  
۷۳۷  
۷۳۸  
۷۳۹  
۷۴۰  
۷۴۱  
۷۴۲  
۷۴۳  
۷۴۴  
۷۴۵  
۷۴۶  
۷۴۷  
۷۴۸  
۷۴۹  
۷۵۰  
۷۵۱  
۷۵۲  
۷۵۳  
۷۵۴  
۷۵۵  
۷۵۶  
۷۵۷  
۷۵۸  
۷۵۹  
۷۶۰  
۷۶۱  
۷۶۲  
۷۶۳  
۷۶۴  
۷۶۵  
۷۶۶  
۷۶۷  
۷۶۸  
۷۶۹  
۷۷۰  
۷۷۱  
۷۷۲  
۷۷۳  
۷۷۴  
۷۷۵  
۷۷۶  
۷۷۷  
۷۷۸  
۷۷۹  
۷۸۰  
۷۸۱  
۷۸۲  
۷۸۳  
۷۸۴  
۷۸۵  
۷۸۶  
۷۸۷  
۷۸۸  
۷۸۹  
۷۹۰  
۷۹۱  
۷۹۲  
۷۹۳  
۷۹۴  
۷۹۵  
۷۹۶  
۷۹۷  
۷۹۸  
۷۹۹  
۸۰۰  
۸۰۱  
۸۰۲  
۸۰۳  
۸۰۴  
۸۰۵  
۸۰۶  
۸۰۷  
۸۰۸  
۸۰۹  
۸۱۰  
۸۱۱  
۸۱۲  
۸۱۳  
۸۱۴  
۸۱۵  
۸۱۶  
۸۱۷  
۸۱۸  
۸۱۹  
۸۲۰  
۸۲۱  
۸۲۲  
۸۲۳  
۸۲۴  
۸۲۵  
۸۲۶  
۸۲۷  
۸۲۸  
۸۲۹  
۸۳۰  
۸۳۱  
۸۳۲  
۸۳۳  
۸۳۴  
۸۳۵  
۸۳۶  
۸۳۷  
۸۳۸  
۸۳۹  
۸۴۰  
۸۴۱  
۸۴۲  
۸۴۳  
۸۴۴  
۸۴۵  
۸۴۶  
۸۴۷  
۸۴۸  
۸۴۹  
۸۵۰  
۸۵۱  
۸۵۲  
۸۵۳  
۸۵۴  
۸۵۵  
۸۵۶  
۸۵۷  
۸۵۸  
۸۵۹  
۸۶۰  
۸۶۱  
۸۶۲  
۸۶۳  
۸۶۴  
۸۶۵  
۸۶۶  
۸۶۷  
۸۶۸  
۸۶۹  
۸۷۰  
۸۷۱  
۸۷۲  
۸۷۳  
۸۷۴  
۸۷۵  
۸۷۶  
۸۷۷  
۸۷۸  
۸۷۹  
۸۸۰  
۸۸۱  
۸۸۲  
۸۸۳  
۸۸۴  
۸۸۵  
۸۸۶  
۸۸۷  
۸۸۸  
۸۸۹  
۸۹۰  
۸۹۱  
۸۹۲  
۸۹۳  
۸۹۴  
۸۹۵  
۸۹۶  
۸۹۷  
۸۹۸  
۸۹۹  
۹۰۰  
۹۰۱  
۹۰۲  
۹۰۳  
۹۰۴  
۹۰۵  
۹۰۶  
۹۰۷  
۹۰۸  
۹۰۹  
۹۱۰  
۹۱۱  
۹۱۲  
۹۱۳  
۹۱۴  
۹۱۵  
۹۱۶  
۹۱۷  
۹۱۸  
۹۱۹  
۹۲۰  
۹۲۱  
۹۲۲  
۹۲۳  
۹۲۴  
۹۲۵  
۹۲۶  
۹۲۷  
۹۲۸  
۹۲۹  
۹۳۰  
۹۳۱  
۹۳۲  
۹۳۳  
۹۳۴  
۹۳۵  
۹۳۶  
۹۳۷  
۹۳۸  
۹۳۹  
۹۴۰  
۹۴۱  
۹۴۲  
۹۴۳  
۹۴۴  
۹۴۵  
۹۴۶  
۹۴۷  
۹۴۸  
۹۴۹  
۹۵۰  
۹۵۱  
۹۵۲  
۹۵۳  
۹۵۴  
۹۵۵  
۹۵۶  
۹۵۷  
۹۵۸  
۹۵۹  
۹۶۰  
۹۶۱  
۹۶۲  
۹۶۳  
۹۶۴  
۹۶۵  
۹۶۶  
۹۶۷  
۹۶۸  
۹۶۹  
۹۷۰  
۹۷۱  
۹۷۲  
۹۷۳  
۹۷۴  
۹۷۵  
۹۷۶  
۹۷۷  
۹۷۸  
۹۷۹  
۹۸۰  
۹۸۱  
۹۸۲  
۹۸۳  
۹۸۴  
۹۸۵  
۹۸۶  
۹۸۷  
۹۸۸  
۹۸۹  
۹۹۰  
۹۹۱  
۹۹۲  
۹۹۳  
۹۹۴  
۹۹۵  
۹۹۶  
۹۹۷  
۹۹۸  
۹۹۹  
۱۰۰۰

نالہ ادب کی راہ سے مانا کہ دور سے ہمکو سرود و درغص کی حاجت نہیں رہی	بے تعبہ اپنے منہ سے ہے سخت نرسار بچا ہے خود درگوں میں ہماری سدا تار
(۴۰)	بہ منی غلاب جال ثبات ہے غالب کا ادسکی ہستی پہ علوی ہی گر مار
<p>بہ نو سو جو کہ چلے جائیں ہم اگر کو نہ کر بہ پیش دہو پ کی اور خستہ کا مہیاں بار بے ہزار نبی جہالت سے پہلے پھر نے لطفت دگی یہ تہا ہمیں محشر میں ضرور یہ نو دیکھا کہ سبھی مرنے میں مرنوالے نفس بندان حقیقت ہیں غم ما تہ رکھو حق ہی ہے کہ حقیقت انشا ہے محیط جسم خاکی ہے عجب رخ مضمون ضرور</p>	<p>کچھ تو پوچھو کہ ہم اکیں ہرے در بہر کو نہ کر دیر تک بار نہ امت بے سر بہر کو نہ کر ہے تعجب کہ بیگنے ہیں ہنرور کو نہ کر کس اشارہ سے جانتے وہ سرور کو نہ کر سچ بتاؤ کہ جاکر نے میں غطر کو نہ کر گر رہے دور تو پائینگے بہر رہبر کو نہ کر روح آجانی ہے پھر سب نہ رہا رہبر کو نہ کر فضل ممکن میں ہے وصل مقرر کو نہ کر</p>
(۴۱)	گلو اشارت کرتے ہو علوی نس بات مٹی نہیں بننا و سخنور کو نہ کر
<p>حیراں ہوا میں جس لوہ گہم بار دیکھ کر مناق دید کہہ اوٹھے ارنی پکار کر مناق قتل جاں چورانے نہیں کہی داحسہ تا کہ دل میں مت نہیں رہی انتا کا ذلیل پہچھے ہجر بار نے</p>	<p>وہ اور ہیں جو محو ہوں دیدار دیکھ کر شب خبر نالہ ہائے شہر بار دیکھ کر آنکھیں چپکنی ہیں بڑی تلوار دیکھ کر جان دیتے ہم بھی کوئی خبر بار دیکھ کر کرتے ہیں دوست مارے غلہ دیکھ کر</p>
(۴۲)	منظور ہو تو علوی شوریدہ حال ہی آجینے درپہا یہ دیوار دیکھ کر

عجب  
منش  
بیل  
نرسار  
نرسار

مری سچی نشان دیتی ہو زندگی کو فضا آتنا	کر ہے جسم کا ایک فکر کسی غار یا باں پر
کتنے ہو عبث تم کہ کہاں اور کہاں اور کس گر طلعت کو کہاں دوست بناؤں ہے تیغ کا کھنچنا نری ابرو کا اشارہ اس چاہ کی کچھ قدر تمہیں چاہئے کرنا ہیجر موں کی غمزدہ میں ایک بچوں نہ پہنچو سوار دکھا ڈگے اگر جلد نہ بیا ناولوں سے مری شعلہ اجابت کا بھر کرنا	اتنا ہی صبح ہے کہ زباں ادھریاں اور ظاہر میں مل اور دل میں جو گال اور کہوں رہنے ہو اپنوں کے لئے کھلا اور کجا پھر بھی مری جاں جو کھجائی ہاں اور ہملز کی زود اور ہسے اور رنگ گراں اور اسے بار کھنچا بھی ہر بار کہ ہاں اور کرنا میں اسے بطور زگر آہ و فغاں اور
(۴۴)	بہر سچ ہے کہ یہاں غائب ناسخ کی ٹو ڈھنگ علوی تر سے ناول کا ہے انداز فغاں اور
چہ یہ انش سازم بہر شاں و گر انچہ دہم درجہاں از عاشقی راز اور چشمہ با پہاں نشد خوہریشاں شد ز حال مالمیب جاں ما گرفت بل ہم نہ بود گوہر الفت بہ قلب نہ باد	گر بود صد جاں بہ احساں و گر کے خواہد دید سلطان و گر آنگہ دار و ہر زماں شان و گر درود را بود در ماں و گر عاشقاں چیت فواں و گر معل راشد در زمیں کال و گر
(۴۵)	دل خواں کے شود علوی نصیب ہست این منت بہ اسکان و گر
تیری الفت سے سجا ہر اک آزار ہے دور عشق میں در و دیو جانی ہی آساں مشکل اے نہ با یوسف دنی سے پہکدی جا کر	یہ تو مشکل ہے کہ جسے نہ پہاں ہے دور دل کے شوق سے بہ کلفت مشاور ہے دور چشم رحمت کا زنی ایک خبر بار ہے دور

۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰  
۵۱  
۵۲  
۵۳  
۵۴  
۵۵  
۵۶  
۵۷  
۵۸  
۵۹  
۶۰  
۶۱  
۶۲  
۶۳  
۶۴  
۶۵  
۶۶  
۶۷  
۶۸  
۶۹  
۷۰  
۷۱  
۷۲  
۷۳  
۷۴  
۷۵  
۷۶  
۷۷  
۷۸  
۷۹  
۸۰  
۸۱  
۸۲  
۸۳  
۸۴  
۸۵  
۸۶  
۸۷  
۸۸  
۸۹  
۹۰  
۹۱  
۹۲  
۹۳  
۹۴  
۹۵  
۹۶  
۹۷  
۹۸  
۹۹  
۱۰۰

نازہ میں شوخ چٹخی سے داغ کہن ہونو  
 آخسر سوز چہر کی حدت نچائے گی  
 آنکھیں کبلی ہوئی ہیں کسی آنکھ میں  
 کیا آتش فراق میں ہے برت کا اثر  
 مجنوں ترے ہونے سے ادبڑی نہیں با  
 یلی تیری نگاہ کا جلوہ ہے چار سو  
 انسان ہے خود حقیقت انساں سے بغیر  
 خنجر نو دینک وہ چلانے سے مگر  
 مدت ہوئی کہ شاخوں کو سیب چو لگ گئی  
 کیونکہ چھپے گا حشر میں بظلم بار کا  
 ہے رسم جو دظلم محبت کی راہ میں  
 ای شوق اب ایکو کہیں گرد راہ کر  
 مرکز بھی خوشے صبر و تحمل نہیں گئی  
 عشق بتاں میں اپنی کٹی ہوئی منام عمر

سر سبز ہے خزاں میں یہ سخن چمن ہونو  
 میٹھنے میری نش پو زارغ و زغن ہونو  
 منڈلا رہے ہیں نش بد زارغ و زغن ہونو  
 باقی ہیں اپنی قبر میں تار کفن ہونو  
 آباد ہیں جہاں میں ویسے ہی بن ہونو  
 قرباں ہیں شونی دید میں سو جانشین ہونو  
 انا چھپا ہوا ہے یہ راز کمن ہونو  
 شبکا نہ مرے سینہ پر آب و قن ہونو  
 خالی ہے بلبلوں سے یہ سارا چمن ہونو  
 خون شہید ناز کا زریب کفن ہونو  
 معشوق بچتے ہیں یہی پہل فن ہونو  
 باقی ہے اپنی قبر میں کچھ خاک فن ہونو  
 دل میں بنا ہے محل رنج و دمن ہونو  
 دیکھتے نہیں ہمارے سے جو حلقہ بن ہونو

کہتے ہیں آپ دور سے علوی کہ ہر مزار

(۵۲)

باقی ہے اب بھی خاک میں کچھ ماوس ہونو

کہ ستار ہے وہ شب بے باز  
 کیا آہ نے اس طرح سرفراز

قیامت میں جو گانہ افتاء راز  
 صدا کو رسانی ہوئی عرش پر

پریشان خاطر ہے علوی غریب  
 کہ محمودہ فی ہے ہنری باز

(۵۳)

نہیں ترے ملنے کی تاب بکھو آس

زمانہ کی حالت سے ہے پھر اس

<p>کر بس نہ کیا تیری اسے دلربا          تنہا نہیں کوئی دل میں مرے          کردل کس سے کہا درد دل کی خبر          صلہ باس کا صبر مضطر نہ تھا          ترسم وہ کرنے میں مجھ پر</p>	<p>بھلا کیا ہے ہم ناتواؤں کے پاس          یہہ آباد منزل ہے بکل اداس          نہیں اب بجا میرے ہوش و حواس          نہیں دل ہی پہلو میں کچھ حق شناس          حوادث زمانہ کے میں سکھو راس</p>
(۵۴)	<p>وہ اپنا سمجھ کر بلا لینے علوی          یہی مرتے مرتے رہی ل میں ہیں</p>
<p>کلیجہ جدائی سے ہے پاش پاش          بہت خوب بکھو نہ بلو اسے          حقیقت میں اپنی کوئی اور بابا          کریں نذکب اشاک حسرت نیری          جدائی میں کبوتر ہو راحت غصیب          بہت دن تو الفت کو معنی رکھا</p>	<p>کہ ہر سانس فرقت میں ہے دلخراش          رکھا دینگے در پر ترے اپنی لاش          ذرا دیکھئے یہہ ہمارے تلاش          کہ پانے نہیں دل کی اب کوئی قاش          کلیجہ میں ہے درد کی بود و باش          ہوا چاہتا ہے ترا راز فاش</p>
(۵۵)	<p>پے عظمت حسن لازم ہے علوی          تہیں تیغ اور شمع کو گل تراش</p>
<p>اٹل ہے ہمارے لئے پردہ پوش          ضعیفی میں سب زور جانے سے          بساط جوانی نے مسرور رکھا</p>	<p>بہت دن سے سہنی ہوتی بار دوش          زنانوں میں پھلا رہا اب خردش          سے بیخودی پی کے آبا نہ ہوش</p>
(۵۶)	<p>نکرا بس دیش علوی یہاں          سے عشق از دست سانی بنوش</p>
<p>دیا پھینک خط کو مرا نام پڑ پھر</p>	<p>ادب سے زہنا نامہ بر بھی خموش</p>



<p>گستاخاں میں آ رہے کس سرفرد کی          نداد بٹنگے نالوں سے طوفان کیا کیا          خنجر میں کیا حسن مقصود ہے          تجسس میں میں ذات کے بیخیر</p>	<p>کہ ہیں آج بزرگ منجر بھی خموش          رہینگے نہ اب چشم تر بھی خموش          کہ رہتے ہیں دیوار و در بھی خموش          یہاں پر میں سب باخبر بھی خموش</p>
<p>(۵۷)</p>	<p>درا صبر کر تو بھی علوی یہاں          فلک پہ میں تنس و قمر بھی خموش</p>
<p>نہیں وہ مے کا بلوں سا قیام فرض          ہتی دستی سے ہوں مجبور انت          شاع جاں جہاں کہوئی گئی ہے          مصیبت بھی محبت کا صلہ ہے          لٹا کے اپنی ہستی خوب سوچے          تر اتشہ ابھی پیا سا ہے سانی          کہا ہنسنے کہ ایک بوسہ ہی دید و          ابھی تک سوز الفت کی طبن ہے          دل مضطر کو ہم بے سود دینے</p>	<p>نہیں وہ میں کہ سب کو دوا فرض          کہ ناگوں ایک بوسہ دلہا فرض          اوسے عطر سے لونگا دوا فرض          لیا دل نے ہی خود دشت بلا فرض          کہیں سے لائے فتنے کسی عبا فرض          بہت پی اد سے ابتک جا بجا فرض          کہا ہرگز نہیں مجھ پر ترا فرض          بھلا کیا استخوان لیتا ہوا فرض          اگر لینا اسے جادو ۱۰۱ فرض</p>
<p>(۵۸)</p>	<p>سفر ہے دور کا علوی تمہارا          کہیں سے فتنے کچھ تویشہ لیا فرض</p>
<p>کون کہتا ہے کہ پیاں تھا غلط          بادشاہوں کی حضوری ہے محال          ہر زمانہ سے ہی کچھ تسکین تھی          ناامیدی پہل ہے خود تلوار کا</p>	<p>میں تو یہ سمجھا کہ ارماں تھا غلط          دلو شوق بار احساں تھا غلط          جوش حراماں نہر امکان تھا غلط          نیم سبیل شوق پیکاں تھا غلط</p>



	<p>خطبے طلوی کے جہراں مفاہاں آہ سے ہر روز نالوں مٹی شمع</p>	(۶۱)
<p>ہے بہت نازک اگہی جلے داغ خوں چھلک آیا اگر بالائے داغ داسن قاتل میں گر گنجائے داغ ہو گیا اب ماہ بھی خندا کئے داغ</p>	<p>دلہ کیسے کہے اپنے آئے داغ قدر گل کیا پھر بھی کچھ باقی رہی خون مرا ہر دم ربا دہر سوار مکس داغ دل کہاں جا کر بڑا</p>	
	<p>عشق کی اک جہر علوی جا ہے خوب سمجھو میں یہی معنائے داغ</p>	(۶۲)
<p>کوئی دل کچھا نہیں انوس احساں کیطرت کیوں چلا جانا ہے منظر اہل سماں کیطرت ہاتھ پھر جانے لگا حبیب و گریباں کیطرت ناہا ہے بے سبب میں چشم گریاں کیطرت</p>	<p>حائشیں سب کھینچی میں درساں کیطرت شاہ عالم آپ ہی اعداں بلا لینگے کبھی پھر نسیم عشق کا دل میں گزر ہونے لگا حسرت حراں تو ہر دم آرزو کے ساتھ ہیں</p>	
	<p>جیسے جی نکلا نہ علوی کوچہ ہوا سے عمر پھر جا ہا کہ جائے سہل آساں کیطرت</p>	(۶۳)
<p>دیکھتی ہے کیا اگہی چشم جہراں ہر طرف منتظر کی آنکھ میں ہے جوش طوفان ہر طرف کوچہ غرب میں ہو اک باغ رضواں ہر طرف جسکے عاشق پیر میں با چشم گریاں ہر طرف</p>	<p>شوق حسن خوبرو ہاں ہے پنہاں ہر طرف عشق سا ماں سوزنی کی دلیں کس کسکے جگہ جنت الفردوس ہے ہاں منزل محمود ہے مہر ہے فرماں قدرت میں ادیسکے نام کی</p>	
	<p>ہنر ہے اور اک قدرت سے ہر طلوی بہ زمیں ہر بلا اک امر کی ہے پا بہ جولان ہر طرف</p>	(۶۴)
<p>آرزو سے قتل پہلو میں دواں ہوسر کتب</p>	<p>شوق محن پھر میں رہنے لگا خنجر کتب</p>	

<p>قل کار کہتے ہیں اپنے آپم محضر کعب معصیت کا جوئے پھرتے ہیں اک ذر کعب</p>	<p>وان غصت بکزدن ل تبرہا رنجش ہیں آگے آؤ ابر حمت کی دعائیں مانگ لیں</p>
	<p>(۶۵)</p> <p>اُسکے میخانہ میں علوی جا رہا ہے شوق میں ہانہ میں رکھتا ہے ساقی رات دن ساغر کعب</p>
	<p>میرے رونے سے ٹکڑ خیر نہ ہوئی کہ اس آنے سے محکوم ہوا تھا خلق میرے جانے سے سب کو یہ کیوں بزم الم مجھے ایش کسب کار ہا تھا خلق</p>
	<p>تیرے فکر کو منہ کو زبان نہ ملی تیرے عشق کو پہلو میں دل نہ ملا مجھے جتنے جی بہد ہا ہے الم مجھے مرنے مرنے پہ تھا خلق</p>
	<p>نرے وصل کی صبح تو دیکھی نہیں لے شوق نے خوب مزہ میں رکھا کبھی دل سے اپنے جدا نہ جایزے ہجر میں ہوش رہا تھا خلق</p>
	<p>بنتھے ٹیل سفید اعبث ہے الم تیرے شوق کو گل ہیں ہزار کلمے میں تو ایک شمع پر نہا رہوں مری جاں کو بھ ایک سدا تھا خلق</p>
	<p>اسی فکر میں در پہ پڑا ہوں تیرے سی شوق میں جیسے سنگ پتھر کبھی بھولے سے کہہ دو گے جاں جہاں سے عشق میں ٹھک پڑی کیا تھا خلق</p>
	<p>اوسے ہجر میں میرا خیال ہی تھا مرے سچ کا اوسکو ملا بھی تھا مجھے مرنے کے بعد پینہ ملا کہ شب وصل سے میں بھا تھا خلق</p>
	<p>(۶۶)</p> <p>کہوں کس سے یہ علوی مصیبتیں میرے نفس نے مجھ کو غراب کیا میں ادھانا ہوں روز نیا ضرر میرے ہجر میں روز نیا تھا خلق</p>
<p>تھا کلی بخش خلوت میں بھی اک فواں عشق جب ٹسی پر ہو گیا اک بار بھی احسان عشق بادہ خواروں سے پڑ پوگر مطلع و پلان عشق</p>	<p>قد سبوں پر حکمران خواہد سلطان عشق شوق کی تاثر سے مطلوب طالب بھیجا راز کثرت نہ پہ بھی کھجائے گا اسے زاہد</p>

جسے دکھا آؤ مار بھر میں ارمان عشق	مہرِ حرمِ کاہل منتاے شوق تھا
سوزِ دل ہے حرمِ زلفتِ ازل سے نامعیا شوق ہے دنیا میں علوی باغیں ابانِ عشق	(۷۷)
کہوتی ہوئی امید دوبارہ نہ پائے دل بھولے سے گر کوئی کہیں ملکر لگائے دل کس کسکے جو روضہ ظلم سے ہمیں چلے دل پہی غل ہے ہجر میں دشتِ ربائے دل کہنا ہے اے شوق میں کہنا ہوں ہاؤ دل کس کس کو اپنی گزری کہانی سناؤ دل دلت سے شوق وصل میں پیرِ دوداؤ دل نالہ وہ ہونصیب کہ سن لو صدائے دل	یارِ کجی فلک کے نہ صبرِ سادہ کھائے دل میری طرح کس کو نہ گریہ نصیب ہو کثرت میں سو تکبر ہیں ایک بینظیر کی مست میں گر لکھا ہے تو دیکھنے کو عیار باعثِ حجاب کیا ہے کہی کہ میرا دل عقل جو اس فہم و ذکا سے ہیں منتظر بیٹے میں اس امید پر در پر مر رہے مہرِ حرم نے دور دور رکھا ہے امید سے
علوی نے تاک لکھا ہے در کو حجاب کے فرمائے حرم میں وہ کو کمر دکھائے دل	(۷۸)
کہ نمبر میں جکی ہو آب و گل کہ نمٹ جگر پر گئے منتص ہو جسکے غابو میں دلت سوزِ دل بلا جھکو تو بات توئی آ کے س	ہو کس بھر دوسرے پر وہ منتص میں رونے سے اپنے پریشاں ہو بھلا کس منت میں آرام ہو حجاب اپنے شدا سے ہر کسکے
نہ رکھ دور علوی کو بہرِ خدا بہت دن سے پیار ہے منتص	(۷۹)
وصل کی ہی شب ہو جائے فضول ہے ہر اک امید میں مہرِ شمول	رات کم اور بھوکا افسانہ لکھو دل کچھ ایسا گھجیا مامم کہہ

لے بیگم و ملکہ  
جتنی وہ نہ سے  
تو جاکر ہے  
تو جاکر ہے  
دیکھنے کو عیار  
بلا جھکو تو بات توئی آ کے س  
بہرِ حرم



کے ساتھ پہنا خاک میں وکالت پیشہ خاں شخص ہوں ظلم سے گر کر فوت ہو گیا اور جسے  
 میرے جسم کو دفن کر دیا میں مارا مارا پھرتا ہوں بہت سی رو میں اسی قسم کی مہری سلیج پڑ  
 اور ہمیشہ آوارگی میں رہتی ہیں مقدس کلام کے سننے سے تکلیف ہوتی ہے اور ذہنی  
 لذتوں کی خواہش کبھی کم نہیں ہوتی گزشتہ حالات سب باد میں بہہ نہیں معلوم کہ کیا نتیجہ  
 ہو گا مگر جو میں دانشمند ہیں وہ یہ سمجھتی ہیں کہ یہ آوارگی ہمارے انحال بد کا نتیجہ ہے اور  
 ہم ایک خراب حالت میں ہیں ذی روح کے جسم میں حلول کر گئے ہیں ایک قسم کا لطف  
 حاصل ہوتا ہے اور خوشبو۔ ہلکا خون۔ حسین آدمی اچھا معلوم ہوتا ہے زندگی بانیں سمجھیں  
 آتی ہیں مردوں کی روح کا پتہ نہیں کہ وہ کہاں ہیں دوست دشمن جو جنات میں نہ ہوتے انکو شناخت  
 کرنے میں کوئی خاص نکتہ باخبر صاف ظاہر نہیں ہوتا جس میں ہماری روح نفوذ کرتی ہو اسکا کھانا پینا  
 ہماری روح میں نہ ہوتا ہے اور انکے جسم کا ضربہ بھی کچھ تکلیف دینا ہے جسے اپنے جسم کو قبر میں خاک ہونے ہی  
 دیکھا جو اس کو زیادہ کوئی بات ظاہر نہیں ہوتی اگر اسی میان بننا بنا ہو گیا کہ مثل جسم خاکی کی ایک ہونٹ لطیف بھی  
 متصرف ہے اور یہی صورت جسم خاکی کے ذریعہ سے موسسات دنیوی سے نفع  
 قائم کر لیتی ہے اور ضرورت اسکی ایسی قوتیں بھی معاون ہیں کہ ایسا زینک و ہر کی حد جس سے  
 باہر نہیں ہے کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ روح کسی اور روح لطیف تیر کا مرکب نہیں  
 ہے اور حالت انسانی اسی روح پر قائم ہے بلکہ غالباً یہ وہ روح ہے یا کوئی ایسی  
 قوت ہے جو کونفسانی خواہشوں سے زیادہ فطن ہے اور وہ روح یا فیض قدرت  
 جو جسم خاکی اور دیگر قوائے روحانی موجودہ جسم پر حاکم اور متصرف ہے کوئی اور  
 شے ہے کہ جو روح نفسانی اور جسم کا تعلق بدون کسی دوسری قوت کے قائم رہنا  
 ناممکن ہے۔

مجھے مرے ایک دوست حافظ قرآن صوم و صلوة کے پابند نے ذکر کیا کہ ادنیٰ  
 شاہ جنات سے ایک وقت ملاقات ہوا کرتی تھی انہیں کا مقولہ ہے کہ ایک دفعہ شاہ جنات

اپنی قوم کا ذکر اس طرح پر کیا کہ ہماری قوم انسان کو نہایت خمارت کی محاکم سے دیکھتی ہے  
 اسوجہ سے انکی طرف انتساب نہیں ہوا کہنا اور جب کہی کوئی جن خفا کسی آدمی پر غصہ  
 کی فکر ڈال دیتا ہے تو ادنیٰ مدت انسان میں طرح طرح کے امراض پیدا کر دیتی ہے آنکھیں  
 آشوب کر جاتی ہیں بخار ہو جاتا ہے لیکن اوپر جو حکومت متصرف ہے ایسی ہیجانوں سے  
 مفردت کے لائق باز رکھتی ہے بلکہ ہر قسم کے قالب کے تبدیل کرنے کی قوت حاصل ہے  
 ہم یکڑوں فرنگ کی مسافت ٹھوڑی مدت میں طے کر رہے ہیں ہر ایک طرح ہر چھوٹے  
 مقام میں لغو ذکر جاتے ہیں مرنے کے بعد جائزہ نہیں لکھنا بلکہ جسم میں جب روح نہیں رہتی  
 تو قالب خود بخود دھواں سا بنکا اور جاتا ہے حیثیات ہماری جس سے طبعہ میں گروہ  
 ہمارے اختیار سے باہر نہیں ہیں وہ انسانی روح سے نہیں ہیں مگر روح انسانی سے  
 اونکا ایک تعلق پایا جاتا ہے اور کی مثال اسقدر ہو سکتی ہے کہ جسے جسم کا مل جسم میں ہے  
 گروہ کسی جسم سے پیدا ہوا ہے۔

تجربہ ثابت کر رہا ہے کہ ہر شے ذی روح ہے یعنی جس شے کا بظاہر کوئی وجود قائم  
 ہے یا محسوسات میں داخل ہے اور کی ہستی کا کوئی خاص سبب یا چندا ہے اسباب  
 جکا وجود قابل حس ہے مثلاً شمع کسی شعلہ کو نہیں کہہ سکتے اور بنی کو کہیں گے جو روشنی  
 کے واسطے جلائی جاتی ہے خواہ وہ مومی ہو یا کافوری یا محض رومی اور نیل سے  
 اور کو بنار کیا گیا ہو لیکن جب تک اسکو یہی روشن بچھا جائے گا کسی نوعیت پر شمع بجھینگے  
 معلوم ہوا مختلف اسباب سے ایک شے کا وجود قائم کیا گیا لیکن آتش اسکی روح  
 قرار دیگی جکا تھا اسباب پر منحصر ہے بنی گل ہو جاتی ہے لیکن آگ کا شعلہ جو حکمت علیٰ ہر  
 دوسرے اجزاء میں اپنی صفت دکھار رہا تھا اسباب معلوم ہو جانے سے اپنے  
 مرکز میں مل گیا اگر یہ سچ ہے کہ دنیا میں کوئی شے بنا غیر واحد وجود نہیں ہے بلکہ خفیت  
 باکرم دوسرے دنیاویوں کی آمیزش نے ایک ہیئت کو قائم کر رکھا ہے اور ضروران تمام



چیزوں میں کوئی ایسا فیض بھی مستل ہے جو اس اتصال اور ترکیب کا باعث ہو رہا ہو  
اور وہ ہی اس دنیا کا عالم کئے لئے ایک روح ہے ۔

دنیا میں ہر چیز کے اندر ایک خاصیت ہے بعض ایسے ہیں کہ اوس کا اثر کھائے ہوئے  
ہوتا ہے۔ بعض ایسی ہیں کہ سونگھنے سے دیکھنے سے تاثیر ہو جاتی ہے بعض کی تاثیر سر  
ہونے سے ہوا کرتی ہے یہی تاثیرات اونی روح ہیں کیونکہ اگر اونی ہیں کچھ نہیں ہے  
تو یہ سب کچھ کیونکر ہوا کرتا ہے مثلاً طبع لوہے کو کھینچ لیتا ہے کھربا طبع وغاشاک اولہا لبتا  
اکثر چھیل کی تاثیر بڑی باعلیٰ ہاٹ میں رکھنے سے پیدا ہو جاتی ہے اسی خیال سے  
میشرفیر ذہ استعمال کیا جاتا ہے اسی بنیاد پر دانشمند سنگ اسود میں جو حرم محرم میں  
نصب ہے جذب صحبت کی تاثیر کا یقین کئے ہوئے ہیں ۔

انسان بھی مثل دیگر اشیا با مخلوق حیوانی کی ذی روح ہے مگر تفاوت مراتب تو  
ہر شے ایک دوسرے لباس میں جلوہ افروز ہے اسکی دماغی ترتیب اسکا منہ ضرور  
کسی قدرت کی نفرت سے مانا پڑے گا کیونکہ ایک قطرہ آب سے اسقدر طویل نفاس  
ہو جانا اتفاقی یا ناگہانی امورات بار واجی معالات نہیں ہیں جبکہ ہم دیکھتے ہیں مختلف  
اشکال اور تضاد مزاجوں سے زمین آباد ہے کچھ یہی نہیں ہے کہ ایک دوسری صورت  
سے مشابہ نہیں ہے بلکہ ہر شخص کی طبیعت کا رنگ دوسرا ہے ہر شخص کے خیالات میں بھی  
سادات نہیں ہے اسکی قوت امتیازی اسکے افعال تمام مخلوقات سے جدا گانہ ہیں  
پھر کس دہل سے اسکی پیدائش مثل نباتات کے مادوں کا اثر انہیں ہو سکتا ہے ۔

امر مسلمہ یہ ضرور ہے کہ نباتات یا بعض حیوانات مادہ موجودہ کی تاثیر سے پیدا ہوتے  
ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ گھاس جس زمین میں جس رنگ اور کیفیت کے ساتھ نکلا جاتا  
ہے وہ گھاس دوبارہ پانی کے اثر سے پھر اسی صورت پر پیدا ہو جاتی ہے جس سے  
یقین ہو نہ ہے کہ وہ مادہ بالکل فنا نہیں ہوا بلکہ حالت آفتاب سے اسکی قوت کم ہو گئی

چونکہ پانی نے اس توت کو پورا کر دیا اسوجہ سے وہ اپنی کیفیت اصلی پر آگئی اسبطرح  
مینڈک کو ہر ریات میں ایک ہی صورت کا دیکھنے میں بالبعض پرند جالار جادوں سے  
پیدا ہو جاتے ہیں ایک ہی وضع پر ظاہر ہوتے رہتے ہیں بلکہ کلبہ بہ فرض کر لیتا جائی  
کہ جو ذی مدح نزدادہ ہم محبت نہیں ہوتے وہ سب مادوں سے ظاہر ہوتے رہتے  
ہیں اور جتنی جفتی ہوتی ہے وہ اس اصول سے جدا ہیں برخلاف اسکے آدمی فنا  
ہو کہ پھر اپنی صورت پر کبھی پیدا نہیں ہوتا اور حیات میں دو ہاتھوں کی بابت ہی ایسی مثال بننا  
محفل ہے کہ وہ باہم ہر وضع پر مساوات کا درجہ رکھتے ہیں اس سے بھی نتیجہ پیدا ہونا ہے  
کہ ہر مخلوق کسی بڑی قدرت کے اختیار میں ہے اور تمام عالم پر ایک ہی قدرت متصرف ہو

راہ دور گردوں میں ناقص کمال ترسہ خچہ میں چاند عیدین کے مرے شوق نے کچھ سالی نہ کی لئے چہرے میں حضرت خضر جبکو ارادہ مثبت سے مجبور ہے ترسے در پہ مرجا میں ای جبین	اکہ ہر شے کو لازم ہو اسے زوال فلک پر ٹکنا ہے ایک ہی ہلال یہی ابودت ہے بے انفعال یہی زندگی عشق میں ہے دہلی دربار تک ہے نہ جانا مجاہد یہی آرزو ہے یہی ہے خیال
---	--

غلامی میں حلیہ سے بلوائے کہ جینا ہے علوی بخوش ہلال	(۷۱)
---	------

ادب لائے چتے کہا مخدوم ہے ملائیک کی بد صد امخدوم ہاں امیر و وزیر سلطان ملک تیری عظمت کو کوئی کیا جانے میں بھی حاضر ہوں ادب کی خدمت میں	عرش سے سینکے یہ صد امخدوم ہم جو بچتے ہیں برا امخدوم غیرے در کے میں بیوا امخدوم قدسوں میں بھی تو را امخدوم ایک عالم کا جو بنا امخدوم
--	---



	<p>پنی کر نو دیکھ تو کسی ساقی کے ہاتھ سے حق سے رہے ہو دُور تم علوی حجاب میں</p>	(۷۴)
<p>پہنسی آج گردی ہو کہ وہ لبوں کے بیٹھے ہیں اذاں کچھ ہنر کو بنا اپنی وہ سن کے بیٹھے ہیں اوی جنوں کا اب گئے مر و مدفن کی بیٹھے ہیں بھوکا بھنگا دھینگے بولاب کے بیٹھے ہیں جو مخو خود نما میں وہی اب تنگے بیٹھے ہیں</p>	<p>ابھی خبر دے گی وطن کوں تنگے بیٹھے ہیں موزن میں نعاش کوں سر پہ پکے بوٹھے لنگا ٹایا خاک میں جس طرزانوں ساز نے بھوکو مرے نالہ شرافت گن کہی پھر رنگ لاینگے کسی آشفہ خاطر کو عیش بے شوق نظارہ</p>	
	<p>طیش سوز دلوں سے آنکھ میں آنسو نہیں آتا ہم علوی جیٹھے میں اب نظر سادہ کی بیٹھے ہیں</p>	(۷۵)
<p>مگر تم کو ہم بے سبب چاہتے ہیں کچھ بخت کجا کیا غضب چاہتے ہیں خوشی کا کہی کچھ سبب چاہتے ہیں جو جا ہا تھا پہلے وہا چاہتے ہیں یہاں ہم فقط فضل ب چاہتے ہیں کہ کچھ اور بھی جاں طلب چاہتے ہیں خوشی سے بالو ادب چاہتے ہیں کردن چاہتے ہیں خوش چاہتے ہیں</p>	<p>حبیب دل آرام سب چاہتے ہیں مرے داغ رنج و غم چاہتے ہیں فلک سے بیش طرب چاہتے ہیں ضرورت شرح کی نہیں نامہ بر ہجوم منا کہیں اور ہو گا صدا کشتہ ناز دینے میں ہر دم گہنگار ہے قدرت ضبط کسی ہوئے تنگ باسے خام و سحر کر</p>	
	<p>ہم عاشق ہیں علوی نزلے جاں میں کہ مشوق ہی منتخب چاہتے ہیں</p>	(۷۶)
<p>نفس و غر سے کم مرے داغ جگر نہیں انسان کے مزاج میں کبوں درگدہ نہیں</p>	<p>جو ٹوں میں عشق کی کہی دیکھا ضرر نہیں ہر شے یہاں کی علم میں بہر گدشت ہو</p>	

<p>اک شوق قد فوفش نے محرم نہیں کیا          تھا باد اکب میند اند وختن ہمیں          ہے شیخ دست نفش میں ہر دم پہلی ہوتی          جب سے اسیر گیسے مولا علی ہوئے          پہنچے غزل میں ہم تری نازک کہ کمال</p>	<p>خوت کچھ پڑت ہے کہ اپنی طبر نہیں          اور مرنے دم کچھ ہاتھ میں بہر سفر نہیں          یاں مائے میں کیسے بھی ڈوئی سپر نہیں          ایسی بہت ہے میں میں کہ شروں کا دوسر نہیں          بندش کو ہاتھ میں کوئی ناظر نہیں</p>
<p>(۷۷)</p>	<p>کیا جانے ہے کہاں کچا کٹی خراب ہائے          علوی کا ہند میں کسی بسنی میں گھر نہیں</p>
<p>جیسے صد اذ رہی آہ زار میں          چاہا ہو یکن ہی جرت کا یہ صلہ          سرکش تغیر نقد بر کجا کرے          غفلت کچھ اوجی ابھی ہائیکے گرد میں          صبا و شام گل پر نہ چندا لگا ابھی          دل کے شہر میں کسی ہائے بچہ گئے</p>	<p>تکلیف بڑھ گئی جیسے جرم قرار میں          زینت ہے سروں کی لکڑی لاؤں میں          گردش سے کچھ مرنے نہیں بس ہزار میں          ذرہ بھی سر ملے ہوئے ہیں خار میں          عالم چھینیں گے کب ہی غصہ ہاڑ میں          ٹرکی کھٹ کھا گئی اب جگتا رہ میں</p>
<p>(۷۸)</p>	<p>کلم باگی ترکہ کہیں علوی کو سرنگوں          ذرہ بھی اوڑھنے پھرنے میں اکثر غبار میں</p>
<p>پہاڑ مضر ہے قضاے کہنے جاناں میں          چیلے جلود صحت پیازلف جاناں میں          اچھی کس بھی قد کی چین میں آمد آمد ہے          حل مجرد حلقہ ہے ہلے کوئے احمد کا          شہر داغوں سے حیرت میں ٹارہ بنکے اوڑھنے میں          دل آزرہ خاطر میں کوئی اچھی جی صحر ہے</p>	<p>لیگا اس سے کجا اچھا نہیں گزار ضلّوں میں          یہی غلت تو نہیں کی خدائے آب حیاں میں          کھڑے ہیں سرو کھٹے منظر محن گستاں میں          خیال بوسن مصری ہوا پابند زنداں میں          لگی ہے آگ ت سے بیکان مٹخان میں          چپا ہو پست ثانی ہمار کو یاد کنساں میں</p>

نار نام شاہ دوس  
 کلبے اور نقد و ریاکاری  
 سے ایک بڑی بہت  
 دیکھا ہے رکی سے  
 مراد شہر روز دل  
 سے ہے ۱۳۹۶

شہید ناز کا محشر میں آنروں پیا کھا ہو تلاطم مج رہا ہے دُہرے جھکوش طوفان کا سفنش عشق کا نگوہ ہے پیارہ دل میں	موتے میں ڈوب کر تنویری چاہ زخائل میں سمندر یاس کا بتا ہے ہر دم جہم گرباں میں شرح ہم کی دیکھو گے کہیں نقبر فزان میں
---	--

(۷۹)	دکھانا ہے نہیں منظور کسکو حال دل علوی کہ آئے تخت لہر بیکر تباری لوک مڑگاں میں
------	--

پہلے پھل گھٹا ہے قافل قبضہ تلوار میں عمر بھرتہ دور رکھا نصیبی نے مجھے اب بھی آچکے ہیں سہا مگرے تو کجا ہوا بندگیوں کرنے ہوا بکھیل دی عزیز و بعد ملک باؤسی یار کی منظور ہے ہر رنگ میں نہم بسل دیچنا ہے جہم قافل کی طرف عاشقوں کا ناز و ٹھاہی و خضیں کا کام ہو	پھول پھرا آنے میں پیہم شمع گل دار میں بھینکدو اس لاش کو اب کوچہ دلدار میں ہمنے آہیں کھول دی ہیں حسرت پدار میں کھل رہی ہیں دیر سے یہ انتظار بار میں سر کے بل پھرتے ہیں شیدا کوچہ اغیار میں سو چنا ہے دم بخود کچھ مسرت دیدار میں مر جا ہے رحمت عالم بھی خوشے یار میں
---	--

(۸۰)	حب دنیا اب بھی چھوڑو حضرت علوی نہیں عشق کی آنش بجھی خاک ستر بیکار میں
------	--

زینت حسن قمر زاہدہ قدسی ہو سنا را بن محال امکان کی پردہ میں حاجب ہے قنار کا نظر میں اگر نہیں جلوہ تو عاشق کسکو کہتے ہیں نہ کھنایا رو ہو کہ میں بھی سے یار کی باتیں دکھا با سہنا کر کے کہنے اپنی چٹا کو چنچا جو من پائی نہیں ہی جو سب ارادوں میں جدائی نے تابا رہے گیلان اب نہیں تکی	جیہی گر ہو کے تجھے مرے یار کا پیارا بن ترا پوست بھی بننا ہے گر آہ زنجبٹا بن نقد و زلف جاناں میں ذرا نقل چلیا بن سب کچھ عشق کا ٹکڑہ نہ مسرت میں مٹا فا بن شاد سے تو ہی یہ سنی دوئی سے اب کیلینا بن اگر شیریں نہیں ہوتا کمیں وریاں لجا بن سہمی مٹوں پہنری مگر اب تو ہمارا بن
---	--

<p>اے اب جانتی ہیں سے خوفی آداری          فنا کسی بنا کسی وجود فوق ہے پس          پہنائی عشق نے بڑی پہاڑ کر کے سنت کا</p>	<p>یاشن بن نہ معشوق ہو زمانہ میں نرالا بن          کلام سن تری سن خواب سے محال بن          ہوی دل میں کھ نہ محبوں ہو نہ لیلیٰ بن</p>
(۸۱)	<p>نیکجا حضرت موسیٰ نے اب تم لکھو دیکھو گے          کہ بکو نہ دیو بڑھ علوی ابا بنا آپ خدایا بن</p>
<p>چرچا ہمارے حسن کا کس جا کہاں نہیں          ذرہ میں بھی چمک ہو ہمارے جمال کی          وحدت تو مثال کی کثرت میں چھپ گئی          ہکو خیال تہا ترا ماحال ہے</p>	<p>صورت کو کیوں چپانے ہو جلوہ نہاں نہیں          لیکن خموش یوں ہے کہ منہ میں زباں نہیں          کہو نکا کہیں کہ پار یہاں ہے ہاں نہیں          اثنا پتہ چلا ہے کہ تو بے نشان نہیں</p>
(۸۲)	<p>علوی خیال چھوڑ قریب و بعد کا          ملنے کے سو مکاں میں اک لامکان نہیں</p>
<p>دش لقا پہ نام کو زنا رہی نہیں          مانا تو حور و ملک کو ہوا محال          ہے فصل میں بھی وصل کی لذت بھری ہوئی          یارب برین عشق کو آتی نہیں ہے موت          نالوں کو کوئی راہ میں کھٹکا نہیں رہا          گنجائش اسب و تنائوباک طرف          ابرو میں اونگی دیکھ لو جوھر جوھر ہے</p>	<p>یعنی لباس مہنی میں اک مار بھی نہیں          انساں میں تو طاقت و دیوار بھی نہیں          دشوار وہ ہوا ہے جو دشوار بھی نہیں          سوز جگر میں حدت آزار بھی نہیں          سبب میں ایجاد کوئی دیوار بھی نہیں          ہاں دل میں انگ انگت اغیار بھی نہیں          کہتے ہو کیوں کہ ہاتھ میں تلوار بھی نہیں</p>
(۸۳)	<p>علوی کو اپنے کام میں دیکھا نہ ہو شبدا          سو با ہوا نہیں ہے نو بیدار بھی نہیں</p>
<p>شوریدہ سراوٹھے تو گئے قتل گاہ میں</p>	<p>دیوانہ جگے آئے ہیں کس بارگاہ میں</p>





<p>نبری نظروں میں دوزخ قدر ہو ہے ازل سے مانتہ پیر انبساط عدت خوگ گئی فیض زوال جاسرستی میں غمی بوسیدگی کوٹنے منہ سے صفت نبری کوں نکلوہ سب د آخ کسلے</p>	<p>اسلئے کہوئی ہے ہمنے آبرو دل میں جوش و عہدہ لافظہ اسفرد ہوتا رہا اپنا منو اب نہیں باقی کہیں جائے رفو آب کو شرب چاہئے بہر و مندو تخت زیب دہشت ہے بہر گلو</p>
<p>(۸۷)</p>	<p>ہے ادب میں عزت علوی اگر ہو صدائے شوق بھی اب تو ہی تو</p>
<p>بڑا باقسط نے سوز نہاں کو اسیر زلف اور نکلوہ ستم کا ہنوتا پاس گر پر وہ نشیں کا سب اس کم گچا ہی کا جو پانے</p>	<p>جلی بخش رہی داغ تپاں کو قفس میں ڈھونڈتے ہوا شیاں کو دکھانے چارہ گرز غم نہاں کو چھپانے ہر طرح مار نہاں کو</p>
<p>(۸۸)</p>	<p>نہیں ہے ایک دلبر ناز علوی بہت دل چاہتیں عشق بناں کو</p>
<p>دل افسردوں میں بھیغی پیش سوز نہاں کہیں ہو نطق جبین کوئی تو کوئی سرگراں کہیں ہو ہماری اور تبار کی ہی تفاض دریاں کافی خوشی بابر خاطر ہے جو خاطر رکوں بخشی</p>	<p>بھلا ان ناتواؤں پر کب کا امتحاں کہیں ہو ہنوگر قدر ہی دل کی تو کوئی دستان کہیں ہو نکھ بھاشنا ہو کسی پر مہرباں کہیں ہو یہ شاخ ہوئے سنا د کب کا آئناں کہیں ہو</p>
<p>(۸۹)</p>	<p>عیش جہاں ہو علوی نہیں کیا شکیل ہو اگر ہفت کی کشت کا تو یہ پر شور و فغاں کیوں ہو</p>
<p>خاک سے آدم بنا آدم سے ہو گا خاک تو</p>	<p>کوئی سہتی پہ انا ہو گیا میاک تو</p>

<p>عرش منزل ہو چکا اور صاحبِ لاک تو ہوا ازل سے میری مولا تیرا اراک تو کام کر آیا ہے کیا کیا برسرِ افلاک تو</p>	<p>قدر سے واقف ہو تیری غفلت کوئی مکان فرش ہو نا لا مکان جانا ترا آساں تھا خود لیا سماج شفاعت اور رحمت عام کو</p>	
<p>(۹۰)</p> <p>منفرت کا فرش ہو نیچے لو لے جم کے کب لے ہوتا ہے علوی اس قدر غناک تو</p>		
<p>زمین پر اپنی لا چاری تو دیکھو یہہ راحت بخش بیماری تو دیکھو گہنگارہ پہر سنا ہی تو دیکھو کبھی تم جس بازار میں نہ دیکھو ذرا حضرت کی بخواری تو دیکھو خیال یار کی یاری تو دیکھو محیط نشے کی بخواری تو دیکھو کبھی اپنی ہی لا چاری تو دیکھو</p>	<p>ہنسی مختار اک ذرہ کہیں پر غم فرقت پسند ہنیم جاں ہو زمین میں ہلکے شغقت سے چپا یا دل صد چاک ہاتھوں پر رکھا ہے دم نزع نہ بھولے آپ ہم کو رہا وحشت میں ہی حامی ہمارا ارادہ پر کوئی قادر نہیں ہے یہہ مانا اشرف المخلون ہو تم</p>	
<p>(۹۱)</p> <p>بہا سے صبر ہے علوی کی حیرت یہہ ناکارہ حسہ بیداری تو دیکھو</p>		
<p>اک کراست ہے اگر آہ رسا پیدا ہو مجھے گرم کھلا میں نہ جا پیدا ہو التجاء دل میں نہ آئے کہ دعا پیدا ہو چوڑ دوسب کو تو پہر تم میں فنا پیدا ہو خود ہند دل میں تو پہر نام خدا پیدا ہو دفن کرنے سے مبرے دیکھو کیا پیدا ہو</p>	<p>بے تن رگ بسبب سے صدا پیدا ہو کیا قیامت ہے کہ اختیار سے بیجاک میں نہ تیرے وحشی کا طلب ہے درمقصود کعبید کثرت وعدہ و پیغام سے ہو تم بدنام او کی بستی نے مٹا یا ہے وجود بستی ایک دانہ سے تو اگنے میں ہندوئی پل پیدا ہو</p>	

ورمند دل عشاق کی نافرینہ پوچھ		جکی شکین کو ہر صبح بلا پیدا ہو
(۹۲)	مرقد علوی مضطر کے زریب کے کہیں	ایسے چلنا کہ نشان کف با پیدا ہو
عجب شمس حقیقت ہو بدر دیں ہو دار مغفرت ٹھہرا صفا پر شریعت میں بھی چل ایتیں ہو عجب سے دینا سب کو غفر عالم		خدا جاسنے کہ تم کہنے حبس ہو شعشع بکس دنا کس تہیں ہو طریقیت میں بھی حق ایتیں ہو ہیں بہتا چال ہو با جنیں ہو
(۹۳)	نجاے دل سے شوق پاسبانی	تسا ہے یہی علوی کہیں ہو
غیر مبہم سے اولاد یہ سخاوت ہی ہے ایک نالہ سے بلانا ہوں ہزاروں حسرت دم ٹھکانے ذرا دیکھ لو آکر مجھ کو زباں سچ ہے کہ ناقص میں نازیں پری		پاس الفت نہ سہی سہو غایت ہی ہے تاب ذقت نہ سہی زور کراست ہی ہے رسم الفت نہ سہی بہر عیادت ہی ہے ہاں عبادت سہی عجز کی عادت ہی ہے
(۹۴)	ہنے، نا کہ نہیں جمل کے لابی علوی	ترے منے کی دگر بند میں حسرت ہی ہے
شیں ہے گردش آفاق جسم جہاں کیلئے خدا و معجزانہ جابت میں میں امیر ہے ذرا مد مرسل تو لغت ابدی کہا ہر ملک ضاوت نے نام کس گل کا		بلاتے جاں ہے ہے ہی بنے باں کیلئے ہتی ہے ڈھونڈ کے اک شاخ آستان کیلئے کبھی ہاں کسے لئے تھا اب ہے عباں کیلئے شکاف درکش وحدت ہوا زباں کیلئے
(۹۵)	بیشکل غم ہو منتظر سگے	کہ ہر سے آئی ہو علوی کہاں کہاں کیلئے

<p>جشمِ الطاف کہنے میں گہمکار کے ساتھ شعلہ شوق ہے ہر دم نیرے عاشق کو قریب ہے قصور کا مکان تہل جانوں کے قریب</p>	<p>دیکھتے کرتے ہیں کیا مجھے یہ کار کے ساتھ جلوہ طوبہ ہے دلبر نری نرسا کے ساتھ درختِ نیت میں بھی ہم بھرنے ہی بار کے ساتھ</p>
<p>(۹۶)</p>	<p>گردشِ چرخ سے چھوٹے کا نہ پیچھا علوی تو وہ نقطہ ہے کہ ہے دور میں پر کار کے ساتھ</p>
<p>نہ پوچھو ہم سے سب سے کیا اداس کو نہا ہے نہاں الفت اراماں بھی آخر گلکانے میں نہیں گرا آرزو کوئی تو پیر بہانجا کیوں ہے</p>	<p>اجابتِ اداس کی آنکھوں میں خیال کس غنجاہی کہیں سرسبز ہونے بھی کہنے اندکو دیکھا ہی نکایتِ دانے کرنا شوق نہایت ہی</p>
<p>(۹۷)</p>	<p>ہزاروں آفتیں رہی ہیں روزِ علوی مضطر کو نفس میں لیلوں کو اکیتِ نال ویر کا ہے</p>
<p>شوقِ وصلِ رحیمیاں دور کی آواز ہے خاموش سترگوں میں قبر پر اند دہکیں واہ کیا سا ماں کیا ہے میر سا ماں ساندے جگو نکلیں حور سے ہوتی نہیں نیرے بغیر تاک میں بیٹھا ہے کسی ماے میا دہل</p>	<p>کجا بلند آفتاب اپنا طالع ناما زہے حسرتِ دہر نہ مرقہ میں نوا پر داز ہے ماہِ دغور کی چاندنی برکبر میں پاندانہ ہے اندکو اپنی یگی قبر میں ہی ناز ہے جاں خود ہی ہجر میں شوریدہ پرواز ہے</p>
<p>(۹۸)</p>	<p>حدتِ سوزِ جگر سے جلنے صحرائِ نام سبزہ مری قبر پر علوی نوا پر داز ہے</p>
<p>لختِ جگر غنے سینہ میں پیاں کئے ہوئے مدت سے ہم کھڑے ہیں ذرا بچے خبر اے حند لیب شومی نالوں کو دروگے آنے میں ل میں اسلئے اراماں نئے نئے</p>	<p>اب ہیں ادھیں کو ہم سرتر گاں کئے ہوئے نیری طوط فراخی داماں کئے ہوئے کل میں چمن میں چاک گہیاں کئے ہوئے عرصہ ہوا ہے نعتِ حراماں کئے ہوئے</p>

<p>داغوں نے دلِ غافل میں علوی تو داغِ باغ بیٹھے ہوئے میں بزمِ چراغاں کئے ہوئے</p>	(۹۹)
<p>ذرا میں بھی جگ ہو نہا رہے ہی لڑکی اس نظر کی آنکھ میں عصمت ہو عورت کی نالوں کی ہر صدمہ میں ہنسی آوازِ صورت کی ہر شجر میں دیکھ شہادتِ نہروں کی</p>	<p>آنکھوں پر بارِ دہشتی ہے مرکزِ کوہِ طور کی دیکھا نہیں ہے دیدہ مغزوں نے عزیز کو دل کو میرے ہجومِ متنہا ہوا نصیب شکر کہجی تھی وحدتِ حق پر یقین کر</p>
<p>علوی کو دادِ الفت کیو نصیب ہو بچپن اور سکونِ رکنی ہے فرقتِ حضور کی</p>	(۱۰۰)
<p>نہ کہ اسید بننے کی کہ اب پیانا خالی ہے کسی دن بھر کرنا کہ اب پیانا خالی ہے ہا کہ گورنے مجھے کہا یہ خانہ خالی ہے</p>	<p>نہ کہ اس پر پسنوں کے دم نزع کیو نصیب ہوں زانوئے سانی کسی دہ گھونٹ پی جائے نہ کہ لا جب عزیزوں نے بہت تھی جگر جراتی</p>
<p>نہ تھا مجنوں تو علوی تھا نہ علوی تو کیا ہوگا نہ کہنا قبر پر ادھی کہ اب ویرانہ خالی ہے</p>	(۱۰۱)
<p>رویا کے نورِ سج سے کچھ پاک ہو گئے انکار سے ہم اور بھی میاں پاک ہو گئے بانوں سے میرے ہم بھی تو چالاک ہو گئے کہنے کو گلِ جن میں جگر چاک ہو گئے لسل و گہر تو خود خس و خاشاک ہو گئے</p>	<p>ضبطِ فہماں سے اور بھی غناک ہو گئے امید بھر مبر ہے عفاف کے لئے ہنسی سادگی حجابِ سوال و جواب کی ناشر آہ و نالہ سے بلبل کو کب ملا اہلِ فن کی حشمت و عظمت کا کیا صلہ</p>
<p>علوی کے ہر خیال کو دستِ نصیب ہے زحمت اور غما کے صاحبِ ادراک ہو گئے</p>	(۱۰۲)
<p>کوں سننا ہے دلِ ناشاد کی</p>	<p>کہا شکایت کیجئے بلا کی</p>

ملکِ غافل ہو کر  
دینِ بے خوف  
سروکار  
ملکِ غافل  
اس میں کیا بات  
نہ کہ اس پر پسنوں کے  
نہ کہ لا جب عزیزوں  
نہ کہنا قبر پر  
نہ کہ اس پر پسنوں کے  
نہ کہ لا جب عزیزوں  
نہ کہنا قبر پر



ہوا سے کوئی جانناں پہ دل خوشی میں ملتی ہے  
ذائق عشق پہ پہنکھوٹے سرے گوارا ہے  
کیسے نفیس صحبت نے بہانگ مرن بہت کی  
جو کشتی بھر کے ڈوبی تھی اوسیکو پہ اُجبارا ہے

بہت کی بہنے ناوائی کر اب پہ لطف سبحانی  
کہ علوی صیت کربازی بہت دہوکہ میں ہا رہے

(۱۱۶)

نشا بہہ رکھنے ہیں مضر بہت ساری  
یہہ کیا لطف کم ہے شہ ناز نیناں  
تقص میں پھر کھانا صیاد دیکھے  
ذرا در کے اوپر سے پردہ اٹھا دو  
اوتھیں حشر میں مر کے در پر ہمارے  
اگر مر کے رہا نہیں در پر ہمارے  
دگر نہ کشیں گے ابھی پر ہمارے  
بہت منتظر بیگے باہر ہمارے  
یہ کبابے نیازی ہے بندہ نواز  
کہ عاشق پریشاں ہیں اکثر ہمارے

ہوا سنگ اسود کا علوی کو دھوکا  
نہ لے جائے یہہ در کے پتھر ہمارے

(۱۱۷)

مر گئے ہجر میں پر عشق کی حزن نہ گئی  
بیتے جی ہی تری الفت کی حلاوت نہ گئی  
روز تازہ غم و اندہ کو پایا سہنے  
چٹکے چٹکے مرے پہلو میں جلایا دکھو  
اے وفا شکر کہ اب تک تری عصمت نہ گئی  
یہہ مرنے کے جہاں کی شکایت نہ گئی  
عمر بھر حضرت دل کی ہی عادت نہ گئی  
آہ و نالہ میں خموشی کی گرامت نہ گئی  
یہہ تو دنیا سے گھبرا گھو عداوت نہ گئی  
کشتِ عشق کے مرقد سے جی و شہت نہ گئی  
مرگ کے بعد یہی با بیچہ طفلان ہی ہا

سرود مہری سے ترے خانہ مرا انداز بکھی  
نخون علوی سے ذرا سی ہی تو حدت نہ گئی

(۱۱۸)

نہاں پر اے کی جو دل میں ہوگی  
کھڑے ہو کر سینے در پر بکار ہیں  
تو رسوائی عمری مغل میں ہوگی  
یہہ جرات بھی کسی کال میں ہوگی

<p>مذاق شوقِ گرہیت میں ہو گا          نہ ہو گا کام کباب مرنا نہ ہو گا          وہیں بس بہت مر مراد ٹھینکے          یہ خجستہ گلو ہو زیرِ زانو</p>	<p>نہ پہلی ہر اک محل میں ہو گی          یہ آسانی ہر اک شکل میں ہو گی          ہوا سے عشق جس منزل میں ہو گی          یہی بس آرزو بسل میں ہو گی</p>
<p>(۱۰۹)</p>	
<p>صدائے تم با فانی فخرِ فانی سے نکلتی گی          بہکاتِ دل میں ہوتی ہے دہسِ نشتر سے نکلتی گی          ادب کو ہاتھ سے پانہ جہاں بکے بے تابو          زمیں چرخِ تنگ آئی کسی وحشی کے پھرنے کو          ہزاروں قبیلے بن بکھر گئے ہیں زمانہ میں          اونٹنے کا شور قبروں سے صدا اُتار کر کا</p>	<p>ابھی جان کینہ کر سہیل سے نکلتی گی          لگی ہے چاش پلو میں بی شکل سے نکلتی گی          اجابت و ڈرائیگی دعا جو دل سے نکلتی گی          سواری تیر و کشنوں کی بائیں ل سے نکلتی گی          کہہ ہی چھلا کے بل بھی کسی محل سے نکلتی گی          اگر بے محل عنبر نری غل سے نکلتی گی</p>
<p>(۱۱۰)</p>	
<p>سے الفت جو بغیر کر دے          دل سے نکلیں کہی نہ حسرتِ پاس          یا کہی درِ صیب ہے دور          آہ و نالے محل کدھر جائیں          تجھ کو دکھلا کے حق سے کہہ دینا          صبر کی داد مانگ لینگے ہم          سوز و دل میں شہر بھی ہوئے ہیں</p>	<p>شیشہ دل میں سا قبا بھر دے          اسی بھٹی میں کوئی کیوں سردے          اک گذشتہ کے نوچ کر پردے          انکے بنے اک کوئی تو گھر دے          بے سبب اسکو مٹنی کر دے          مرے نالوں کو بے صدا کر دے          عشق کے ساتھ دیدہ نزدے</p>



	ہے مننا نہ بارے علوی کی اپنے ہاتھوں سے اب کو فردے	(۱۱۱)
تعلیف ہو سکے گی بندہ سے کہا خدا کی شوخ بھری ہوئی ہے اس نفس فتنہ زاک ہر محبت پر اپنی تافہی نے خو جہیسا کی مالک کی چشم پوشی بندہ کی خوف کی		سب سے بڑی ہومینک ہر نشان کیہا کی خالی نہیں ہے ناداں دنیا میں جسم خاکی پکڑے محسوس غلامیائے محسوس ہیں تو سننے ہیں مغر میں یہی تو لینگے دست قدرت
	جلوہ اگر کسیکا دیکھا نہ تھا کیسے علوی کی روح کس سے قلوبی کہا کی	(۱۱۲)
کہ عاشق کب کہیں ہوتے ہیں شاکی کہ ہنسی ہر درد میں رحمت خدا کی بند ہی دستار ہو گو پارسا کی رہی باقی نہ پہر کچھ بوربا کی حایت چاہئے حیدر الورا کی شکایت کرا دے بادی صبا کی محبت تو نے حسرت سے جدا کی		اجابت سے سدا بنے جا کی عہد اے چارہ گرمی دوا کی ہوں سچا رہی رندوں میں شامل شراب عشق حب دو گھنٹہ پی لی سہارا جیز کا منظور کب ہے ہنسی غنچوں کو آئی بلبلوں پر پیام مرگ بچھیر آزیں ہے
	نہو مشکل بھی کچھ دشوار علوی مقام ہو اگر مرضی خدا کی	(۱۱۳)
تو درجہاں بالا تری زیباست یا تو سوری تو باگروہ انبیا در لطف و احسان بتری من از تو جویم بنیے تو برتری از ہمیری حقاچہ گویم درد دل من و دیگر من تو دیگری		از مشک و عنبر بتری دازد و گل ہم خوشتری من درجہاں پدر شدم از غمے سنگ گشتری تو با خدا پیوستہ من با تو دارم ملتی من بندہ بیچارہ ام تو سرور لکھنویاں

شد عکس باکس فنی از آئینه با آئینہ	ہر عینی دارد اہلہا من با تو جو ہم بہتری
(۱۱۴)	<p>علوی غریب میوا در محبت شد مبتلا          باشد کہ از پیر خد اورست پیاں بگری</p>
بھیاری کی صدآ	
<p>میاں سا فرا و ٹھوسویری کہ لبات کچھ نہیں ہی          چلو بہاں تو قدم بڑا دکھائی ہو منزل تہارے آگے          خبر ہے کچھ نکلو میری بار و پڑ سے ہم دور قافلہ          چلی ہو ٹھنڈی نسیم سی کہ آنکھ کھلی نہیں کسی          تہارے ماضی پر چاہتا ہے نئے سا فریب نوالے</p>	<p>سنبھا کو ٹھہری اوٹھا دستہ حیات کچھ نہیں ہی          نہ دل لگاؤ نہ ڈھنگ لگا کہ بات اس کچھ نہیں ہی          یکبارہ تیری بہت ہر دم حیات کچھ نہیں ہی          سدا مار و جلدی خدا ہے حافظہ لایکھ نہیں ہی          جو من باقی ہو گمان نہ ہو کہ بات کچھ نہیں ہی</p>
(۱۱۵)	<p>نہ زلف لیل نہ سوز مجھوں نہ کوئی علوی عزیز اپنا          فلک کے نیچے میں کو اہر صفات کچھ نہیں ہی</p>
محمل دنیا	
<p>ہم ہے جس گھر میں آکر یہ عجائب خانہ ہے          کوئی بہت غریبی اور کوئی محنت است          صحبت اغیار سے خانہ خرابی ہے یہاں          بات دن کہانے پر غیبتیں کم نہیں ہوتی کہی          کیسی کسی صورت میں سب جانی میں خاک میں          دشمنی کرتا ہے سچے پن آپ ہی آدم سدا          کیا ہو کہ باخاں اور کون گھل کھائی گئے</p>	<p>فرش خاکی سقف آہن کیا سخی خانہ ہے          اک شش میں دہشت میں عجیب بیخانہ ہے          ہم نفس ہی یک نفس جو دشمن فرزند ہے          آدمی کے جسم میں کیا کوئی آتشخانہ ہے          خوب دیکھا اس جہاں میں سستی بگاڑ ہے          کالبد میں کوئی اپنا دشمن فرزند ہے          جس جگہ دیکھا تھا گفتن آج وہ بزانہ ہے</p>

جو زمانہ جا چکا وہ صیغہ ماضی بشرط دیکھنا بانی ہے اب کچھ رنگ استقبال کا فاعل و مفعول بھی سب کے پابند ہیں مصدر فیوض نے بھی کیا نکالا لفظ سے	حال بے نایام جس کا وہ بنا افسانہ ہے یہ تو جانا نہیں دنیا کوئی عبرت خانہ ہے واہ واسع ان تھرت کا بھی کیا بیان ہے مرحبا ہر کسم میں مفقود صاحب خانہ ہے
--	---

(۱۱۹)

خواب ہے جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ عفا  
جس کو گھر سمجھا ہے علوی وہ مسافر خانہ ہے

نقل ہے کہ حضرت مخدوم جہاں گشت کا گزرا ایک فار میں ہوا دیکھا کہ یہاں بھی اک مخلوق آباد ہے سخت حیرت ہوئی کہ زمین کے پردہ میں یہ دنیا کیسی ہے انکا خدا کون ہے اسی جستجو میں جرجا سنا کہ آج مخلوق کا خدا آنے والا ہے ہر گھر میں اسی آمد کا انتظار ہے ہر جاندار اس شوق میں محو ہو رہا ہے کچھ انتظار کے بعد ایک سخت ہوا پر طلق نمودار محاسن ہوا اسکے دیکھنے ہی ہر شخص بڑی عاجزی کے ساتھ سجدہ میں گر پڑا اب یہ سخت مرصع سطح زمین پر لگیا حضرت نے دیکھا کہ وہ حکیم ہے جس سے ایک دفعہ کسی پہاڑ پر ملاقات ہو چکی ہے حضرت مخدوم نے اپنا خیال صبح کرنے کے بعد سلام علیک کی اور فرمایا کہ حکیم صاحب یہ کیا حکم نے جواب دیا کہ حضرت کچھ نہیں ہر سال ایک نئی دنیا پیدا کر کے اپنا شغل قائم رکھتا ہوں اگر آپ کی ناپسند ہو تو جانے دیجئے اور یہ کہہ کر اپنی سند کا گوشہ پلٹ دیا حضرت نے دیکھا کہ زندہ مسجود ہیں زندہ معبود بلکہ جس پہرہ ماٹ پر حکیم موصوف سے پہلے ملاقات ہوئی تھی اوسے پر دونوں کھڑے ہوئے ہیں۔

یہ نقل جو اوپر بیان ہوئی ہے اگر صرف قصہ ہے تو اچھی نظیر ہے اور اگر واقعی حال ہے تو وہ بھی سحر کا کارخانہ عفا اور ہم بھی کسی فنوگر کے پھندے میں ہیں فرق اتنا ہے کہ وہ اپنے معبود کو دیکھ کر سجدہ کرنے لگے ہو غیب کی بانوں پر اور بعد از قیاس امور پر یقین دلاد لاکر مسجود کرنا چاہتا ہے۔

<p>یہ حالت ہیں اور دیکھی نہیں          نہ پانی یہ عزت طرے ٹھہرے دم          دیں خبر کہاں تک کہوں</p>	<p>زمین برفلک شد فلک بر زمیں          نہ مٹی کا پانی پہ دیکھا قیام          نہ ایک سفت ٹھہرے عزتوں</p>	
<p>بھ بچ ہے کرم مجھ کو ان آنکھوں سے نہیں دیکھنے کر جب اس کا وہاں کرتے          میں اور خیال کی پریشانی دور ہو جاتی ہے تو ہر ذرہ میں ادیکے نور کی چمک نظر آتی ہے          ہر پہلو میں ادسکی وحدت کا نقشہ کھینچا ہوا دیکھ سکتے ہیں متضاد مادوں کا ایک مزاج جگمگانا          پانی کو آگ میں ہوا کو مٹی میں چپا سے رکھنا ادسکی شان ہے رات دن فنا کا نشوونما          دیکھ رہے ہیں ادراپنی بغا پر بھروسہ ہے فرار کیلئے ملک نہیں مگر قیام کے لئے          عالیشان عمارتیں کھڑی کیلئے ہیں خلا ہی خوب جانتا ہے کہ یہ کیا اسرار ہے کہ ارادہ پر اختیار          ادرا اختیار بلا اقتدار خطا دار بناتا ہے۔</p>		
<p>جیتک کہ سس ایکھا نقشا بنا ہے          لنگی ہوئی بھر روح بھی بعد از فنا ہے          ہم کا شو نگے باغ میں باد صبا ہے          کہہ دو کہ بغریب بندہ میں آرہے          اوس گھر کا آستانہ جس میں خار ہے</p>	<p>بادشہ خیر دل میں سراپا کھنچا رہے          رخ پر بہار دیار جو زلف دو تار ہے          غنچوں نے پنیم سے چپکے سے کہہ دیا          صل علی جال پہنرے دم ہو          دل ہی پڑی جگہ ہے فقط لامکان نہیں</p>	
	<p>حیثیت تو زماہوں کو الہی نصیب ہو          علوی کی آرزو ہے درینہ میں جا رہے</p>	
<p>خوئے جفا شعار بھی لاچار ہو گئی          ہر رنگ بدن میں مشتہ نثار ہو گئی          ہمسہ تو ایک رات بھی دشوار ہو گئی          صحت کی جب امید بھی آرزو ہو گئی</p>	<p>ابو کراہ شہید بیمار ہو گئی          پیکار زمین پہ خون شہید ناز کا          اس زندگی پہ بکراؤں طغیان نہیں          کینہ زدہ ساتھ ساتھ ہوسرت کا قافلہ</p>	<p>(۱۱۶)</p>

محرم رضا و دست کی ہمت پہ قفریں	فطرت ہوائے کو چہ لہوار بھو گئی
(۱۱۵)	علوی اتنی زوال سے رہتا ہے رات دن خونخوار آکھ دیدہ خوشبار بھو گئی
چاروں طرف جہاں میں کسکا ظہور ہے ہے کفر میں بھی شان مقدس چھپی ہوئی خالی نہو گا حشر میں سب لہ فخر کا ہے آرزو کہ کو چہ جاناں میں مل رہیں وہ مدعا دل سے خبردار کپوں ہنو جسے شراب عشق پلائی ہے سا قبا	پہلو میں ہر نفس کے جدا کو ہ طور ہے تصدیق ہے گواہ کہ ظلمت میں نور ہے شبہ میں اد کے پاس شارب طہور ہے سپری بھی اب قریب ہی منزل بھی دور ہے نزدیک دور درج کے کہ پیش حضور ہے دل میں نشاط آکھ میں اب تک سرور ہے
(۱۱۶)	اہل وطن نہیں تو مبارک رہے وطن علوی کو در پیار کے رہنا ضرور ہے
نہ چیلے پیالہ سے ایک قطرہ ہے شب و روز روئے کو کے کہنی ہے لئے کہ درت سے ساحل بھی ہے پاک صاف خمار سے عشق جب پڑا بگیا	کہ ازاں میں سو سخت کا دس و کے برا سے فنا ہے پہ جو کچھ کہ ہے کہ دریا میں موجیں ادا ٹھیں پے پے تو یہ سلطنت بھی نہیں کوئی شے
(۱۲۰)	صدائیں نہیں خدیب تا شیر بانہ ذناؤں میں علوی رہی کوئی ہے
مزار عزیاں پہ کوئی نہ آئے گنہگار سے کیوں وہ پھیریں نظر	کہ یہ منزل عشق حسرت بھری ہے جن آنکھوں میں فہرے لے لے لے لے
(۱۲۱)	بے جا و کثرت سے علوی شراب کہ پیالہ میں سانی کے دھت بھری ہے

<p>صبر کرنا دم مضطر کو سوا مشکل ہے          قتل کرنے ہیں گھٹکار کو شنائے بہتے          قدر تقصیر ہوا خوئے جفا کا منتظر          حوا دیب داد کی کس کسکو وہ دیتے آخر          میرے لاش کی بھی نشہیرہ کرنے کیونکر          ناز انداز رفاقت سے ہمیشہ ہے قریب</p>	<p>سچ تو جھبہ ہے اسی قدر سدا کا مسئلہ          بارگ اللہ کہ ایسی بھی صیب مشکل ہے          قتل آسان ہے دے غو خطا مشکل ہے          کثرت شغل میں ہر وقت وفا مشکل ہے          بے ضرورت کسی مجرم چوب مشکل ہے          جکے رتبہ میں سوا ۱۱ دیکھو سوا مشکل ہے</p>
<p>(۱۲۲)</p>	<p>دل پہ کتنا ہے کچھیرا دوی علوی اکبار          نیم سبل کو دم نزع صدا مشکل ہے</p>
<p>تشنہ لب ہیں ہم بھی اک دو جام کے          سخت مشکل ہو گیا آسان بھی          ہے بہار باغ رضواں ناگوار          جان دیں یا سر کو دیں پگیں کہیں          دھل کا خواہاں تو ہو گا کوئی اور          عذر بے مہری کا ٹکڑہ کچھ نہیں          گر مشکل آنے کی یہی دہ بیجا ب          بیخبر میں کیوں اسیر نامراد          تلخی نفیر کیا ہو بے مزہ</p>	<p>اب تک تھے قطر سیغام کے          حوصلہ جب گھٹ گئے ناکام کے          جبے شیدا کسی گلغام کے          منتظر ہیں دیر سے الہام کے          ہم تو صدقہ ہیں تہاری نام کے          ہم سلامی میں صدا بیدام کے          ذبح ہونے مستحق انعام کے          چنگ ہے میں مرغ دانو دام کے          جو ہوے عادی تری نیشام کے</p>
<p>(۱۲۳)</p>	<p>معصیت ہرگز نہیں منظور عیب          اسلئے تم بھی ہو علوی کام کے</p>
<p>نازیب کسی کہاں کا روزہ رضا دیبر کی جوہری          عیب ہو ٹکڑہ قریب نیرا بھی ہم چھٹاے طاہر</p>	<p>ہمیں فہمی ہوا اپنا اس میں اپنی بھی آبرو ہے          جیسے نے میں نازا دینا زامندی کی بجلی ہے</p>

<p>جمن میں ہیں سدا کا پوچھا متا سیر کے طیش کہا کر کہا میں ڈاؤں بھر کر فراقِ دائم ہے دل دم بھر ہزاروں کچھ میں ہنسنے دلبرِ جاں میں کیا نہ تھی بہتر جمن میں گل ہیں خشن ہیں کہ ہو خاکستِ جہرین میں خشن</p>	<p>بہادر ہو و ہر فصل گل ہی کی دقت میں ہاؤں ہو ہلم اپنی ساؤں کو چٹوس کو کر سکا شاف کی بھی خوری جمن میں کچھ ہیں کہ گل ہی بڑی بخت تیری ہو کوئی خوش و نہ کوئی خوش ہو کب گیسو کی چار سو ہی</p>
<p>(۱۲۳)</p>	<p>بنا ہر زاہد زبانی طمع ہو صوفی کی گھڑی دبا نہ علوی نہیں ہر دل میں اگر توکل تو بے نتیجہ بہشت و شوق ہے</p>
<p>کس چسپ نہ پہ عشاق کریں ناز کسی پر ہوئی مری یہ جان تو اک دار کے صدقہ کہاں قسمت غریبوں کی کشادہ دو جہاں ملو یہ مانا نہ سے شیدائی یلگئے حشر میں سے ہوئی ضبط کی قدرت تو تسکین کچھ کچھ ہوئی رکھے دشتِ حیرت میں خائے مریہ کا کمانے</p>	<p>دل کہتے ہیں مہکودہ ہے اک ہونہ لہو کی کب کی نہ سے خیر نے کبھی مت رگھو کی وہ محبوب ضاٹھیرے کے لئے کہاں ملو تنا مریاں بے یقی کہ پہلے ہم یہاں ملے نری دقت میں ناؤں سے اگر آفتاں ملے بیاباں ملبڑوں مچلو اگر آتش فناں ملے</p>
<p>(۱۲۵)</p>	<p>بہنوڑا عشق نے علوی کسی حالت میں طالب کو دم نزع بھ حسرت غمی کہ بھر بھی جاں تاں ملنی</p>
<p>دوٹ پھٹے جب قبا نہ رہی سنت پھرنے میں تیری اُلفت میں لطف جینے کا کیا بازا مٹ گئے جو تیری جدائی میں بار عصیاں بھی ہے بہت ہکا دل امیدوں سے خود ہوا بیزار ہے اجابت بھی شوقِ طالب میں</p>	<p>اہلِ دنیا کے کچھ جانہ رہی زندگی اپنی بے مزانہ رہی سہ پہر عاشق کے گرانا نہ رہی ایسے کشتوں کو پھوٹنا نہ رہی منفصل حب ہوئے خطا نہ رہی کیا ہو اگر کہیں وفا نہ رہی انتہاؤں میں گر رہا نہ رہی</p>

<p>جکے نگین کو کوئی جان نہ رہی دور گردوں میں اب خانا نہ رہی میری ہستی کو اب فنا نہ رہی</p>	<p>گوسفد قبر چہرہ پند آبا لطف آنے لگا مصیبت میں شکر کرنا ہوں: ہنسنے قاتل کا</p>
	<p>(۱۲۶)</p> <p>پوچھتے ہیں وہ حالِ علوی کا او سکے نالوں میں جب صدا نہ رہی</p>
<p>دل لئے اپنے ڈنگری پائی ایک عالم پر انگری پائی ابو ہنسنے ہی دہری پائی ہنسنے خوی سے گداگری پائی</p>	<p>جب سے ہنسنے قلندر پائی نرے در سے نہ ہم گئے محروم کوئی طالب نہ ہے کوئی مطلوب مانگنے کی ہے ساقیا عادت</p>
	<p>(۱۲۷)</p> <p>منزل عشق دور تھی علوی خوب مرشد سے رہبری پائی</p>
<p>ہستی میں آکے ہنسنے پڑے قناک بے دیتے نہیں میں اوسکو ناز و ادا کو بے نام نہ کچھ کرم ہو جلدی سزا کو بے دیتے ہیں جو دعائیں بھگو جف کے بے عالم شمار پابا ایک ہی ادا کے بے کرتے ہوا لطف کیا کیا ہر اک خطا کے بے آخودہ کچھ نو دینگے لاکھوں ہلاک کے بے</p>	<p>کتم عدم کو چھوڑا کیسی بفت کے بے سہ نیاز جسے پایا ہے عاشقی میں ہے خیر و شر نہیں سے لیکن ہر فعل ہیرا اچھا نہیں ہو اچھے لیکن بُرے نہیں وہ متظر ظہور کا حق نور جیات میرا کس طرح جان میں ہم تم کس سے کوئی غا ہو در پر کھڑے ہیں اوسکے رزق کے مانگنے میں</p>
	<p>(۱۲۸)</p> <p>جبرت میں گ کے سب لئے دیکھا تھا ایک جلوہ کیا کہنے اور علوی قالا بے کعبے</p>
<p>کہ نورِ شمس عالم میں ہر اک ذرہ پر شہیل ہے</p>	<p>منور جو ہے اعلیٰ میں ہی اصل میں پہیل ہے</p>



<p>کبھی نظر میں نہ آتی اور اب معوا میں مچھتی ہو          دم نرسا یہ سہا با مجھے اک پیر دانائے          بہت سے کہیں کیلے میں حجاب زندگی میں</p>	<p>مجھ کو جیسے سنی ہو کہ کل کیا تھی اور اب کیا ہے          سنا ہے تو غلے بندے کہ مالک تجھ پر کیا ہے          ہمارا مر کے بھراو ٹھٹھا بھی اک اچھا تاشا ہے</p>
<p>(۱۲۹)</p>	<p>بلاو دریا بھری اگر علوی سے اٹھنی ہو          خدا جانے کہ کل کیا ہو یہ کسے کج دکھا ہو</p>
<p>عجبات ہر عالم کی کہ بالا زیر بستی ہے          قیام نچوڑو کہ ہے نسبت جادو دانی سے          ثناء نقش عالم کیا پڑا ہے پچھلے          غاص خوش میں آئے کشش سے پتھر مرکز کی          کہیں غم جان بھی لے لو کہ تنگ آبا ہوں جی سے          گھنگنا روا وٹھو جلدی اماں ہو نہ وہیں جا کر          بنا ہوں میر سماں میں نشاط لاجوانی کا          بنا ہوا آدمی حضرت کسی قدرت کو باخول تو</p>	<p>کہیں کہوں کہ قدیم او کو تغیر جکی ہستی ہے          ہستی میں بستی ہوگی اسب کا نام ہستی ہے          مجھی کو غور سے دیکھو کہ یہ تصویر کی ہے          ابھی خیر امواج فنا پر اپنی کشنی ہے          نقطہ میری ضرورت سیڑی تو آج سنی ہے          سنا ہے ملک حمت میں مدینہ ایک سنی ہے          اہل مری ارا ووں کسدا جیسے شہتی ہے          نہ کچھ غم خدات سے کہ ہر تصویر کسنی ہے</p>
<p>(۱۳۰)</p>	<p>نلا دو دیو حاربا یہ دھوس میں اگر غم علوی          کہ کشنی آگے دریا میں نہا جا کہ بھنی ہو</p>
<p>حضرت آدم علیہ السلام جب پیدا کئے گئے تو ملائکہ کو حکم دیا گیا کہ اسکو سجدہ کر دو وہ سجدہ          خمیر سے بنائے گئے نہ تھے کہ او کو اسکی طاعت دریافت کرنا ضرورت ہی نہ تھا لہذا اس          جلسہ میں مشیطان عظم الملکوت جو جن کی جنس سے تمام موجودات کا اسنے خیال کیا کہ جو شخص          اکب غلطی سے ہمارے سامنے بنایا گیا ہے او سکوں میں سجدہ کرنے کا سزاوار نہیں ہوں          اور جو سمجھ کر تمہیں حکم میں مصروف ہوا ارشاد ہوا کہ اسے عزائیل جس صورت کو چاہے اپنے          ہاتھ سے بنایا ہے او کو تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا عزائیل نے وہ ہی حذر کیا آخر اسی</p>	

صورت کی تحفہ کر۔ جسے ملعون بنا یا گیا جبکہ آنکھ نام مخلوق بُرا جانتی ہے اس شعر میں  
 اشارہ اسبطر ہے کہ تمام مخلوق کو خداوند عالم نے ہی بنایا ہے اور بُرے بھلے حسین  
 اور بد صورت سب ایک ماہی دست قدرت کی ساخت ہیں ایسا نہ کہ ان میں سے کسبکی  
 حقارتِ مشیت کے خلاف ہو اوسکا انجام ہی ہے جو عز ازیل نے دکھا۔

## سانی نامہ

پلا دے مجھے بادہ ارغواں  
 کہ کتنا پیروں برطرت تو ہی تو  
 گر میرے در کی حضوری رہے  
 وہ مئے کے کہ بہرست ہو کر جیوں  
 وہ مئے کے کہ اپنوں کی ہوں دور تر  
 وہ مئے کے کہ عزیزوں کے کلفت نہو  
 وہ مئے کے کہ دنیا چھوڑا دے مجھے  
 وہ مئے کے کہ سوارِ وفا مل رہوں  
 دل منتظر آباد ہو  
 خدا کی قسم جب کہ اسے مہرباں  
 مجھے مثل اور دس کے مسرور کر  
 جو کچھ سخن ۱۶ قرب میں مذکور ہے  
 وہ مقصودِ جو حق کو منظور تھا  
 محمد لقب ہو کہ خداوند بیست  
 وہ مطلوب جو سب پر غالب ہو

کہاں ہے تو اسے سانی مہرباں  
 ندے جڑ جڑ مجھے نہ سے سب جو  
 وہ مئے کے کہ غفلت سے دوری آج  
 وہ مئے کے کہ بہت ہو کر جیوں  
 وہ مئے کے کہ خودی رہوں بخیر  
 وہ مئے کے کہ دشمن سے نفرت نہو  
 وہ مئے کے کہ محبت بھلا دے مجھے  
 وہ مئے کے کہ پیار و عاشق رہوں  
 وہ مئے کے کہ یہ نفس برباد ہو  
 چپا مجھے ہرگز نہ راز نہاں  
 حجابِ دوتی جلداب دور کر  
 دکھا دے وہ صورت جو مسنور ہے  
 وہ جلوہ کہ اک دن سر طور تھا  
 وہ محمود جو حمد و امداد بنا  
 وہ محبوب جو خود ہی طالب ہوا

وہ غالب جو ہر آن سجدہ تھا وہ مقصود جو سہر سجدہ ہے وہ ہو جو داکھوں سے کہوں جو نہاں جہاں ایک گا ہی دکھا دے پیچھے نکر دیر کر اب کہ گم گسری	وہ سجدہ جو سب کا مقصود تھا وہ ہی جبرائیل بنے ہیں سجدہ ہے یہی آرزو ہے کہ ہو کچھ عیاں اویکی گلی میں جلا دے پیچھے کہاے خضر در راہ مار پیڑے
(۱۳۱)	سزاوار رحمت گنہگار ہے پھر مانا کہ علوی خطاوار ہے

خوب یاد ہو بعض احباب خیال کرتے ہیں کہ ہایت کے لئے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کافی ہے اور ان احکام کو قبول کر لینا بیعت ہو جانا ہے یہ سچ ہے لیکن بطرح احکام شریعت سے واقف ہونے کے لئے مسلم کی مزدت ہے اس بطرح را از مسند میں کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے حضرت کی حاجت ہو کہ ان اقرار باللسان و تصدیق بالقلب سے انسان مسلمان ہو نہ ہے در نہ کوئی شخص ہزاروں دفعہ کلمہ شہادت زبان سے ادا کئے جائے وہ مسلمان نہیں ہو جاتا لیکن تصدیق ہی و قسم کی ہوتی ہے اول یہ کہ دلائل عقلی بار حجاب فطری و سمعی میں جابجا کہ مذکور حدیث لاشریک ہے اور ہم ضرور ادنیٰ مخلوق ہیں میرے خیال میں اس تصدیق سے تمام مسلمانوں کے قلوب آراستہ میں اور دوسری تصدیق بالقلب سے پہلے وہ ہے کہ وحدت اور کثرت کی امتیاز کا ذائقہ قلب ادا ٹھانا ہو بلکہ انسان کا خیال اور اس کے قلب کی بحیثیت وحدانیت کے سمندر میں خود موجزن ہو رہی ہو پہلی قسم کے مسلمان اس صفت میں داخل ہیں جیسے منی شہادت کسی دافعہ کے متعلق خارج از بحث ہو اگر تہی ہے اور دوسرے حضرت ایسی مثال میں داخل ہیں جس طرح کہ کوئی دافعہ معنی شہادت سے ثابت ہو جاتا ہے۔

ہم نے یہ بھی مناسب ہے کہ حضرت محمد بن عبد اللہ علیہ السلام نے ایک مود کو جلا باغیا اور بے نساء بنی ہند

خلائق ہے کہ منصوبہ لے کر اپنی اور بایزید نے مہم ثانی فرما بارعتہ اللہ علیہم اجمعین اور اسکے بچہ ہوا  
 اب بھی موجود ہیں کہ زبان کلج شاہ صاحب قادری متوطن سوند ملک میوات کو انکے ایک مرید نے  
 اسی حالت میں جیکہ وہ زمین پر کھل اوڑھے ہوئے سو رہے تھے آگ سے جلادینا چاہا لیکن جسم کی  
 چاروں طرف آگ کے شعلوں سے خس و خاشاک جب جھکے خاک ہو گئے تو حضرت مرحوم کھڑے ہو گئے  
 انکے کمر کا ایک بال بھی جلنے نہیں پایا اسکے بعد وہ بھی مرید چغری لیکر حضرت پروردگار وہ دیکھنا تھا کہ  
 سیانصاحب ہر چار طرف جد سے جسم کے ساتھ موجود ہیں اس حالت کو دیکھ کر پادشہ ہو گیا دوسرے روز  
 مراد آباد میں حضرت شاہ بلاقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جو متواضع دینی کیا تہہ لوگوں کو بادہ سے مجھے کیا  
 سمجھا گیا کہ ایک روز حضرت رام سنگا کے پار جا رہے تھے چند سازفوں نے دریا کو پانیاب خیال کہہ کے  
 خود بھی اور نجا چاہا مگر انکو موجود نہ لے لیا حضرت نے انکے منہ سے اللہ اللہ کی بات کی اور انکو  
 بچا کر کہا کہ اے دنیا بلیا کہتے ہوئے چلے آؤ مرنا کیا کرنا ان لوگوں نے یہی کہنا شروع کیا اور سنگا  
 پادشہ ہو گئی اور وہ یہ چارہ نہایت آسانی سے کنارہ پر آگئے اب یہ کہنا جانتے ہیں کہ شاہ صاحب  
 نے گایاں دیکر فرمایا کہ تم اللہ کو کہا جاتو میں اسکی ذات کو دیکھتا ہوں چلا آؤ مقام مجھ کو دیکھنے  
 ہوئے چلے آتے وہی شش تکوینی کھینچ لیتی ہاں شبہ اس حالت میں تمام مراد آباد کا یہی کہنا  
 ممکن تھا کہ نہ مقتربان بارگاہ الہی کو ذات کا جلوہ اور اسکے نور کی کرنیں ہر وقت اپنی طرف  
 کھینچا کرتی ہیں اور ایسے مہربان کو انسانی ادراک اور دریا نی سماجوں سے کوئی تعلق نہیں رہتا  
 بلکہ ذات واحد کے انوار کی عظمت ایسی ماثرت رہتی ہے کہ جو کچھ ادنیٰ زبان سے بھلا ہی  
 و حقیقت میں حکم الہی ہو جاتا ہے اس سے بے غرض نہیں ہے کہ وہ خدا بنانے میں  
 یا اسکی صنعت میں داخل ہو جاتے ہیں بلکہ یہ تصور کرنا چاہیے کہ جس طرح انسانی ادراک  
 اور عقل کامل کی تاثیرات ہمارے دھوکہ جوائی کو زایل کر دیتی ہیں اوس طرح انوار  
 ذاتی مقتربان الہی سے اوصاف بشری کو حجاب میں ڈال دیتے ہیں یا یہ کہنا چاہئے کہ یہی  
 مسجراتی باب لیا اعتباری کے سبب سے وہ خود ہی لاشعے ہو جاتے ہیں اور جو کچھ ہوتا ہے

اد کو خود ہی نہیں جانتے بلکہ نعرہ کی اصلی حالت یعقوب علیہ السلام کی جواب سے اسی طرح ظاہر ہوتی ہے جبکہ ادن سے بڑا اعتراض کیا گیا تھا

زمر میں بولے پیرا ہن شیدی	چرا در چاہ کنانش ندیدی
بگفتا مال ما برقی جہاں است	دوم پیدا دو دیگر دم نہاں است
ہگے بر نام اعلیٰ نشینم	ہگے بر پشت پاسے خود بنیم

میں ۱۵۷۷ء میں پیدا ہوا اگر اسی تاریخ کے حساب سے سن ہجری سے عمر شمار کیا جائے تو چاس کے قریب اندازہ ہوتا ہی سترہ برس کی عمر میں پولیس کے صیغہ میں ملازم ہو گیا اس سے ظاہر ہے کہ سن بے شعوری کا وہی زمانہ تھا جو ملازمت سے قبل گزر چکا تھا عین شباب میں جب آنکھ کھلی تو دائرہ سیاست اور احاطہ حکومت پر آنکھ قایض پایا خدا کی پناہ جو ان کا خوار چڑھا ہوا تھا حکومت کے دو گھنٹ بالکل ہی بدست کر دیئے لیکن قدرت نے بیچ تن میں ہیں اللہ اللہ کی ضرب لگانے کا کھیل سکھا یا تھا ادن نے سب سے پہلے خدا شناس و حق آگاہ لوگوں کی پیروی پر آمادہ رکھا اور ابھی تک گو کہیں شکیں نہیں ہوئی مگر ایسے اللہ کے بندے ضرور ملنے رہے کہ شکے فیض محبت نے نماز پر راکردی کہ جب خطا کی تو اس کے بعد حضرت کی یہی سوچ بھی کبھی گناہ کیا تو کچھ رو بھی لئے حتیٰ کہ انہیں تیغرات میں یہ وقت آ گیا کہ بال سفید ہو گئے دانت ادھر گھڑی کھال میں ٹھہریاں اعضا میں اضطراب نمایاں ہونے لگا اب یہ بھی نظر آتا ہے کہ مرنے کی گھڑی قریب ہے جو زمانہ آنے والا ہے وہ زوال کی حالت ہے نوافل کی کثرت تو درکار فرائض کے ادا کرنے میں بھی خلل ہوا کرے گا۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْءِ الْفَاسِدِ۔ دھیرے سیئات اعمالنا۔ مری عمر کا بھی ایک بڑا حصہ ہے حکومت اختیار کے ساتھ بھڑک کر اپنے پیش نظر کہتا ہوں۔ فقط

